مُسلسل اِشاعت کے ۵۴ سال

شمارہ: ۴ جلد: ۲۰ | ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ فروری 2016

ماہنامہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

لولاک

ملتان

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

ظہورِ قدسی

آخرت کے پانچ راہی

تبلیغی جماعت کے بارے میں میرے مشاہدات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک عظیم فیصلہ

ضربِ اقبالؒ اور قادیانی دجال

حضرت مولانا اللہ وسایا کی "روزنامہ اسلام" سے خصوصی گفتگو

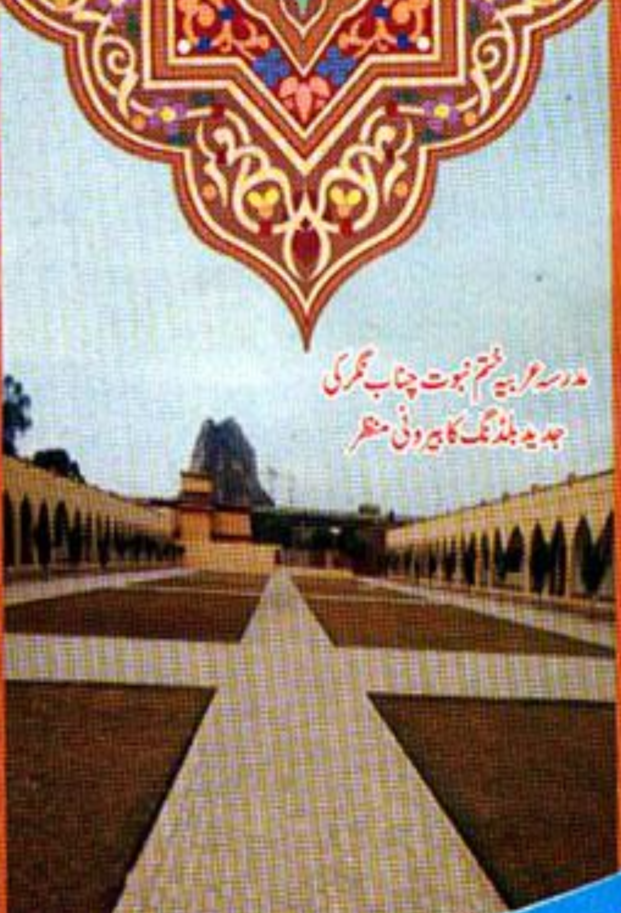

مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر کی
جدید بلڈنگ کا بیرونی منظر

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۴ ○ جلد: ۲۰

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
نفیس رقم حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ
زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
زیر سرپرستی: حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی
نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا
چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد
حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی
ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود
مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی
کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفی	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفی چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ · ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: شکیل زیبر پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

کلمۃ الیوم

آخرت کے پانچ راہی	مولانا اللہ وسایا	3
حضرت مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ	〃 〃 〃	3
الحاج جناب اشتیاق احمد رحمہ اللہ	〃 〃 〃	3
حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم رحمہ اللہ	〃 〃 〃	5
جناب صوفی ریاض الحسن گنگوہی رحمہ اللہ	〃 〃 〃	8
حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ	〃 〃 〃	9

مقالات ومضامین

ظہور قدسی	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ	12
ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ	مولانا محمد وسیم اسلم	14
اصحاب بدر کا اجمالی تعارف (قسط نمبر:8)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	18
تبلیغی جماعت کے بارے میں میرے مشاہدات (قسط نمبر:1)	حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہ	21
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک عظیم فیصلہ	عبدالمالک مجاہد	25
الجمعیۃ دہلی تاریخ کے تناظر میں	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	31

شخصیات

حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ	مولانا محمد وسیم اسلم	35
تحفظ ختم نبوۃ کے مثالی سپوت، مولانا عبدالغنی شاہجہاں پوری رحمہ اللہ	شاہ عالم گورکھپوری دارالعلوم دیوبند	37

رد قادیانیت

حضرت مولانا اللہ وسایا کی روزنامہ اسلام سے خصوصی گفتگو	انٹرویو: حنظلہ ضمیر منہاس	41
ضرب اقبال اور قادیانی دجال	مولانا محمد انصار اللہ قاسمی	46
ایک تحریری علمی مناظرہ (قسط نمبر:5)	حضرت مولانا بلال احمد دہلوی	52

متفرقات

تبصرۂ کتب	ادارہ	55
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	56

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

آخرت کے پانچ راہی

حضرت مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۵ء کو پیر طریقت حضرت مولانا عبدالواحد کراچی میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! مولانا عبدالواحد صاحب اعظم گڑھ کے ضلع غازی پور کے گاؤں شیخ پورا انڈیا میں ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے نورانی قاعدہ سے لے کر موقوف علیہ کی تمام تعلیم الہ آباد کے مولانا قاری عبیداللہؒ سے حاصل کی۔ استاذ محترم ان دنوں ''مدرسہ دینیہ'' غازی پور میں پڑھاتے تھے۔ بعد میں وہ ''یوسف پور'' گئے تو مولانا عبدالواحدؒ بھی استاذ محترم کے ساتھ یوسف پور چلے گئے۔ مولانا قاری عبیداللہؒ سے آپ نے خوب فیض حاصل کیا اور انہوں نے بھی آپ کو علم کا رسیا بنادیا۔ موقوف علیہ کے بعد ۱۹۴۹ء میں مولانا عبدالواحد نے دورہ حدیث شریف پڑھنے کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا فخرالدین مرادآبادیؒ، مولانا بشیر احمدؒ اور دوسرے حضرات سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔

۱۹۵۴ء میں آپ کراچی تشریف لائے جہاں آپ کے بڑے بھائی جناب عاشق الٰہی مرحوم قیام پذیر تھے۔ مولانا عبدالواحدؒ نے پاکستان آکر اپنا روحانی تعلق قطب الارشاد مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ سے استوار کیا اور خلافت کا بھی اعزاز حاصل کیا۔ مولانا عبدالواحدؒ انتہائی سادہ اور درویش منش تھے۔ یکسوئی کے دلدادہ تھے۔ شہرت سے کوسوں بھاگتے تھے۔ اتباع سنت رسول کا آپ پر غلبہ تھا۔ قرآن مجید سے عشق تھا۔ ذکر اور کثرت درود شریف میں مستغرق رہتے تھے۔ سخاوت، مہمان نوازی میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ کراچی میں جامعہ حمادیہ آپ کی یادگار ہے۔ علاوہ ازیں کئی مساجد و مدارس بھی آپ نے قائم کئے۔ مولانا عبدالواحد کے پوتے، نواسے، پوتیاں، نواسیاں اور ان کی اولاد در اولاد سب قرآن مجید کے حافظ، حافظات، عالم اور عالمات ہیں۔ تین نسلوں کو آپ نے دینی علوم کا حامل بنادیا۔ یہ آپ کی زندہ کرامت ہے۔ مرحوم کی تدفین عظیم پورہ قبرستان کے احاطہ میں ہوئی۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

الحاج جناب اشتیاق احمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

۱۷؍نومبر ۲۰۱۵ء کو الحاج اشتیاق احمد صاحب وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! بھارت کے مشرقی پنجاب کی معروف ریاست پانی پت کے ضلع کرنال میں الحاج اشتیاق احمد صاحب پیدا ہوئے۔ یہ ۱۹۴۴ء کے بات ہے۔ پاکستان بننے پر آپ کے والدین جھنگ میں آگئے۔ آپ نے ابتدائی لکھت پڑھت، نورانی

قاعدہ، نماز اور ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم مسجد شیخ لاہوری جھنگ صدر میں حاصل کی۔ اس محلہ کے ہی ہائی سکول میں میٹرک پاس کی۔ یہی آپ کی تعلیم کی کل دنیا تھی۔ پڑھائی سے فراغت کے بعد لاہور کارپوریشن میں ملازمت اختیار کی لیکن دل نہ لگا۔ آپ نے اس دوران میں بہت محنت ومشقت برداشت کی۔ رزق حلال کے لئے چاول چھولوں کی ریڑھی بھی لگائی۔ پان، سگریٹ کا کھوکھا بھی چلایا۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور کا معروف قدیمی اشاعتی ادارہ ہے۔ ان کا رسالہ جگنو شائع ہوتا تھا۔ اس میں پروف ریڈر کے طور پر صحافتی دنیا میں قدم رکھا۔ اس ادارہ کے لئے ’’پکٹ کا راز‘‘ نام کا پہلا ناول لکھا۔ بس لکھنا پڑھنا کیا شروع کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک سو سے زائد کتب اور اٹھ صد سے زائد ناول لکھ ڈالے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے ملک عزیز پاکستان میں لاکھوں افراد سے زائد ایک حلقہ قائم کیا۔

مختلف ڈائجسٹوں میں آپ کی کہانیاں چھپتی تھیں۔ ضرب مؤمن اور روزنامہ اسلام میں مستقل کالم بھی لکھتے رہے۔ عرصہ بارہ سال سے روزنامہ اسلام کے ہفتہ واری ایڈیشن ’’بچوں کا اسلام‘‘ کے ایڈیٹر کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اشتیاق پبلی کیشنز کے نام پر اشاعتی ادارہ بھی قائم کیا۔ بچوں کے لئے ادب تخلیق کرنے میں آپ نے وہ خدمات سرانجام دیں جوان کی زندگی کا خوبصورت باب قرار دیا جاسکتا ہے۔ مرحوم بہت ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ فقیر کا جھنگ جانا ہوا۔ ان کے محلہ کی ایک مسجد میں بیان تھا۔ یہ ۱۹۸۴ء کے لگ بھگ کی بات ہے۔ فقیر کے لئے یہ اعزاز کی بات ہے کہ اس بیان میں الحاج اشتیاق احمد بھی موجود تھے۔ فقیر کا بیان قادیانیوں کے مظالم اور ان کی متشددانہ کارروائیوں پر تھا۔ آپ نے اس پر ایک ناول لکھ دیا۔ (یہ خود مرحوم نے فقیر سے ذکر فرمایا) ناول کیا لکھا کہ قادیانیوں کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہوگئی۔ لالچ، دھونس، دھمکی کے حربوں پر اتر آئے۔ حاجی اشتیاق احمد بھی ایسی پختگی اور دلجمعی کے ساتھ اس محاذ پر چلے کہ بڑھتے ہی چلے گئے۔ وادی مرجان، جاپانی فتنہ، سازش کا اژدھا، باطل قیامت۔ کئی ناول لکھے۔ جاپانی فتنہ میں ’’مرزا خاسر‘‘ کردار نے اتنی شہرت پائی کہ قادیانی منہ لٹکائے اپنی بھٹ میں چلے گئے۔ نصف درجن کے قریب آپ کے رد قادیانیت پر ناول ہوں گے۔ مرحوم نے بچوں کے اسلام میں بھی عقیدہ ختم نبوت کے حوالوں سے لکھا اور خوب لکھا۔ پہلی بار اظہار کرتا ہوں کہ بچوں کے اسلام میں ختم نبوت کے حوالہ سے فقیر کے نام سے جو مواد نشر ہوا وہ مرحوم کا تیار کردہ یا فراہم کردہ تھا۔ وہ خود لکھتے اور چھپنے کے بعد پتہ چلتا کہ فقیر کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ان کی ان محبتوں سے سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ راقم سے کتنی محبت فرماتے تھے۔

قادیانیوں نے جب مرزا قادیانی کی کتابوں کا سیٹ روحانی خزائن کے نام پر شائع کیا تو فقیر نے اس سیٹ پر حوالہ جات کی تلاش میں گرفت مضبوط کرنے کے ارادہ سے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے رسالہ ’’شرائط نبوت‘‘ سے مرزا قادیانی کی الف سے یاء تک تمام گالیوں کے مجموعہ پر مشتمل حصہ کو اٹھایا اور اس پر خزائن کے حوالہ جات تخریج کرکے ٹھکا دیئے۔ اس حصہ میں حضرت کاندھلویؒ نے الف سے یاء تک ردیف وار مرزا کی وہ گالیاں جن کے ابتداء میں الف آتا ہے۔ پھر وہ گالیاں جن کے اوّل میں باء آتا ہے اسی طرح تک یاء جمع کردی ہیں۔ مرزا ملعون کی سینکڑوں سے متجاوز ان کے گالیوں کے لئے مرزا قادیانی کی مختلف کتب کے حوالہ جات خزائن سے جمع کرنے پر کئی دن لگے۔ خیال ہوا کہ ان کو چھپنا چاہئے تو اس کا نام اور ابتدائیہ لکھنے کے لئے حضرت حاجی

اشتیاق احمد کا انتخاب کیا اور ساتھ ہی لکھا کہ مؤلف کے طور پر آپ کا نام آجائے تو پڑھے لکھے طبقہ میں پڑھی جائے گی۔ موصوف نے اس کا نام ’’حسن کلام‘‘ تجویز کیا۔ نہ صرف ابتدائیہ لکھا بلکہ اپنے ادارہ کی جانب سے شائع بھی کیا۔ یہ ان کی فقیر سے محبت اور بے پایاں شفقت کی ایک مثالی ہے۔

آپ ہومیو پیتھک کے ڈاکٹر بھی تھے۔ فون پر بیماری بتائی جاتی۔ اگلے دن دوائی ہاتھ میں ہوتی تھی۔ جو وہ ڈاک سے بھجوادیا کرتے تھے۔ ختم نبوت کورس چناب نگر میں ایک بیان سالہا سال سے معمول تھا۔ تشریف لاتے تو مدرسہ ختم نبوت کے در ودیوار خوشی سے جھوم جاتے۔ شرکاء کورس کے چہروں پر خوشیوں کے آثار نمایاں ہوتے۔ آخر کیوں نہ ہو کہ وہ خوشیاں بانٹنے والے انسان تھے۔ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مرحوم کے دور سے چلے آرہے تھے۔ غرض وہ بہت ہی محبوب رہنما تھے اور ختم نبوت کے محاذ پر ان کی مثبت اور مسلسل پرامن جدوجہد ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ مثبت کام کو پذیرائی ملتی ہے اور اس کی دلیل حضرت الحاج اشتیاق احمد مرحوم تھے۔ بچوں کی دنیا کو عقیدۂ ختم نبوت سے روشناس کرانے کے لئے ان کا کام آگے بڑھانا کس کے حصہ میں آتا ہے؟ یہ فیصلہ تاریخ کرے گی۔ لیکن ان کے جنازہ نے تو یہ فیصلہ کردیا کہ ان کی تمام مساعی کو اللہ رب العزت نے شرف قبولیت سے نوازا ہے۔ فلحمد للہ!

خطیب العصر حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم ؒ کی رحلت

۳؍دسمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات مولانا سید عبدالمجید ندیمؒ بعارضہ قلب راولپنڈی میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! درگ ضلع لورالائی (کوہ سلیمان) میں حضرت سید حبیب سلطان مرحوم کا مزار مبارک ہے۔ ان کے صاحبزادے سید غلام حیدرؒ شاہ تھے۔ ان کے صاحبزادے سید غلام سرورؒ تھے۔ جو اڈہ ’’کھنڈ بزدار‘‘ اور ’’ترمن‘‘ کے قریب ڈیرہ اسماعیل خان اور تونسہ کی شاہراہ انڈس پر مشرقی جانب واقع بستی ’’لاشاری‘‘ میں آکر رہائش پذیر ہوئے۔ سید غلام سرور شاہ کے ہاں ۱۹۴۱ء میں صاحبزادہ عبدالمجید پیدا ہوئے۔ جو آگے چل کر خطیب العصر مولانا سید عبدالمجید ندیم کے نام سے چہاردانگ عالم میں مشہور ہوئے۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم نے سات سال کی عمر میں اپنے والد گرامی کے سایہ عاطفت میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔

قارئین کے لئے یہ امر تعجب کا باعث ہوگا کہ دنیائے خطابت کے بے تاج بادشاہ مولانا عبدالمجید ندیم شاہ صاحب نے سکول کی تعلیم ایک دن بھی حاصل نہ کی۔ اپنے رفیق طلباء سے عربی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد نستعلیق اردو لکھنے پڑھنے اور بولنے کی مہارت یا قدرے انگریزی سمجھنا اور بولنا یہ آپ کے ذاتی مطالعہ کا حاصل تھا۔ خط بہت ہی عمدہ اور نفیس تھا۔

مولانا سید غلام سرور صاحبؒ کے قریبی دوست مولانا عبدالحق صاحبؒ تھے جو دیوبند کے فاضل اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کے شاگرد تھے۔ ان سے مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے فارسی اور ابتدائی صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی۔ بستی لاشاری سے مولانا عبدالحق صاحب کا گاؤں ’’وہوا‘‘ جہاں سید ندیم صاحب پڑھنے کے لئے جاتے تھے دس بارہ میل کی مسافت پر ہوگا۔ جمعرات شام کو سائیکل پر گھر

آ جاتے۔ پھر جمعہ شام واپس پڑھنے کے لئے وہاں پہنچ جاتے۔ ایک دفعہ مدرسہ سے چلے تو بارش ہوگئی۔ سائیکل چلانا مشکل تھا۔ سائیکل سمیت پیدا چلتے رہے۔ اندھیرا ہوگیا تو دو درندے غراتے ہوئے دائیں بائیں سائیکل کے ساتھ ہوگئے۔ مولانا عبدالمجید ندیم شاہ صاحب فرماتے تھے کہ میں پہلے تو سمجھا کہ کتے ہیں۔ قریب ہوئے تو وہ ہیبت ناک بھیڑیئے تھے۔ میرے پاس سائیکل میں ہوا بھرنے کے لئے پمپ تھا وہی سائیکل پر مارتا تھا اور پیدل چلتا رہا۔ وہ بھی ساتھ رہے۔ میں نے سفر کے ساتھ ساتھ سورۃ یٰسین کی تلاوت بھی شروع کردی۔ یہ سفر اسی حالت میں طے ہوا۔ بھیڑیئے حملہ کے لئے جھپٹتے تو پمپ سائیکل پر مارتا وہ محتاط ہو جاتے۔ یوں چار پانچ میل سفر ہوا۔ آبادی آئی اور میری جان میں جان آئی۔ وہ بھاگ گئے اور میں تلاوت کرتا ہوا گھر پہنچا تو عشاء کے بعد کا خاصہ وقت ہو چکا تھا۔ والدہ نے میری بپتا سنی تو ان کی حالت دیدنی ہوگئی۔

مولانا سید عبدالمجید صاحب نے صرف ونحو اور منطق کی دیگر تعلیم حضرت مولانا ظہور الحق، حضرت مولانا منظور الحق صاحب کے پاس دارالعلوم کبیر والا سے حاصل کی۔ ڈیرہ اسماعیل خان، کراچی اور لاہور کے بھی مختلف مدارس میں پڑھتے رہے۔ پھر گوجرانوالہ میں حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ تکمیل کے لئے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی داخل رہے۔ گوجرانوالہ اور کراچی تعلیم کے دوران بھی مساجد میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ کراچی آپ کے قیام کا زمانہ ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۲ء کا ہے۔ اب مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے خطابت میں پرواز شروع کی۔ اس زمانہ میں آج کی نسبت بڑے بڑے خطیبوں کا دوردورہ تھا۔ اس دور میں خطابت میں مقام پیدا کرنا خاصہ جگر گردہ کا کام تھا۔ مگر مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے یہ بھی کردکھایا۔ اپنی طرز خطابت کے خود موجد تھے۔ آپ کی خطابت کا انداز بیسیوں نوجوان خطباء نے اپنایا۔ مگر آپ نے کسی کا طرز خطابت اپنانے کی بجائے اپنی طرز خطابت کا لوہا منوایا۔ آپ نے کراچی کے بعد ملتان کو اپنا گھر بنایا۔ تنظیم اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہوئے تو ابتداء میں پنجاب، پھر پاکستان، پھر دنیا بھر میں آپ کی خطابت کے غلغلے بلند ہوئے۔

نصاب کے مسئلہ پر تنظیم اہل سنت سے مولانا سید عبدالمجید ندیم، مولانا عبدالشکور دین پوریؒ نے علیحدہ جماعت مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کی بنیاد رکھی۔ بہت سارے اس دور کے نوجوان خطباء ان کے کارواں میں شریک ہوئے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیۃ علماء اسلام کے لئے بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ صاحب ان پر بھرپور محبت بھرا اعتماد فرماتے تھے۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بے جگری سے حصہ لیا۔ یہی وہ آپ کی بھرپور محنت تھی کہ جمعیۃ علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دونوں جماعتوں کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بنے اور تاحیات اس منصب پر فائز رہے۔

آپ نے برطانیہ کا ۱۹۷۹ء میں پہلا سفر کیا۔ مجموعی طور پر آپ کے برطانیہ کے ۱۳۲ اسفار ہوئے۔ ۱۹۸۳ء میں انڈیا کا تبلیغی سفر ہوا۔ غرض افریقہ، یورپ، ایشیاء کے تمام ملکوں کا آپ نے بارہا تبلیغی سفر کیا۔ جہاں گئے اپنی خطابت کی دھاک بٹھا کر آئے۔ آپ نے آدھی سے بھی زائد دنیا میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔

مولانا سید عبدالمجید ندیم نظریاتی طور پر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے اور اس پر کبھی بھی کوئی مصلحت حاشیہ خیال میں بھی نہیں آنے دی۔ قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے مؤقف کے ہمیشہ علمبردار رہے۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب حضرت خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے بیعت تھے اور آپ سے بہت ہی محبت واحترام کا ہمیشہ رشتہ رکھتے تھے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اکابر کے اسماء مبارکہ کے ساتھ عموماً ''خواجہ'' کے لفظ کا اضافہ ہوتا ہے۔ جیسے خواجہ محمد معصومؒ، خواجہ دوست محمد قندھاریؒ، خواجہ محمد عثمانؒ موسیٰ زئی، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ بھی اپنے زمانہ میں نقشبندی، مجددی سلسلہ کے امام تھے۔ لیکن آپ نے کبھی نام کے ساتھ خواجہ نہیں لکھا۔ بہت کم دوستوں کو معلوم ہوگا کہ آپ کے نام کے ساتھ ''خواجہ'' کے لفظ کے اضافے کا آغاز اپنے خطاب اور کلام میں سب سے پہلے مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب نے شروع کیا اور پھر یہ ایسے متعارف ہوا کہ اصل نام کا گویا جزو ہی بن گیا۔ یہ صرف اور صرف مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحبؒ کی مریدانہ محبت کا پرتو ہے۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم خوب نفیس اور نستعلیق قسم کے انسان تھے۔ زندگی بھر جن دوستوں کو خطاب کے لئے وقت دیتے اپنی شرائط کے ساتھ وقت عنایت کرتے تھے اور داعی کے لئے ان شرائط کی پابندی لازمی تھی۔ اشتہار، سٹیج، سپیکر، سواری، رہائش، احتیاطی کھانا تمام تفصیلات ارشاد فرما دیتے۔ اس سے انہوں نے زندگی بھر بے تاج بادشاہی کی۔ وہ خطیب ایسے تھے کہ دوست بلاتے اور خوب بلاتے ایک زمانہ میں کوئی بڑا جلسہ ان کے بغیر نہ ہوتا تھا اور خطاب بھی ایسا لاجواب کہ دنیا عش عش کر اٹھتی۔ آپ کے خطابات کے کئی مجموعہ شائع ہوئے۔ اب ان کی اولاد کے ذمہ بنتا ہے کہ وہ ان تمام کو شائع کر کے سستے داموں جن کا خریدنا لوگوں کی دسترس میں ہو مہیا کریں تاکہ آپ کا فیض جاری وساری رہے۔ ان کی زندگی پر کتاب بھی آنی چاہئے کہ وہ تاریخ ساز شخصیت تھے۔

مولانا سید عبدالمجید نے عقیدۂ توحید کی ترویج واشاعت، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور مدح صحابہ کرامؓ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بجا طور پر وہ ایک نظریاتی خطیب تھے۔ رد رفض میں ان کی بعض مجالس کی گفتگو اپنے مطالعہ کے حوالہ سے محل نظر ہوگی۔ امام اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ نے اس پر بھرپور نقد بھی قائم فرمایا۔ لیکن سب دوستوں کے لئے یہ انکشاف خوشی کا باعث ہوگا کہ فقیر راقم جب تعزیت کے لئے آپ کے مکان پر گیا تو سید عبدالباسط ندیم، سید مفتی فیصل ندیم اپنے بھائیوں کی موجودگی میں سید فاروق شاہ ندیم نے فرمایا کہ ایک بار انٹرنیٹ پر ایک صفحہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا لکھا ہوا دیباچہ کسی کتاب کا ملا۔ وہ میں نے اپنے والد گرامی سید عبدالمجید ندیمؒ کو پڑھایا۔ جس میں خواجہ خان محمد صاحبؒ نے تحریر فرمایا تھا کہ: ''جو لوگ یزید بدنصیب کی حمایت کرتے ہیں ان کے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔'' یہ پڑھتے ہی سید عبدالمجید ندیم جھوم جھوم اٹھے اور بار بار بڑی بشاشت سے تکرار کے ساتھ فرمانے لگے کہ یہ بڑی پتہ کی اہم اور قیمتی بات ہے۔ یہ بات میرے شیخ حضرت خواجہ صاحب کا جیسا کامل شخص ہی فرما سکتا ہے۔

سید فاروق شاہ صاحب کے اس انکشاف پر مجھے جو حیرت انگیز خوشی ہوئی۔ اچھا ہوا کہ قارئین بھی اس میں

شریک ہو جائیں۔ شاید کسی کے دل میں اتر جائے تو بھلا ہو جائے گا۔ تمام صحابہ کرامؓ کے ہم غلام ہیں۔ مگر یزید کے فسق وفجور کی وکالت اور خانوادہ اہل بیتؓ پر اس کے مظالم کی جو اس پر پھنکار ہے اس کی بے جا تاویلات سے اللہ رب العزت ہر مسلمان کو بچائے کہیں یہ بات قیامت کے دن خود شفیع المذنبین ﷺ کے سامنے ندامت کا باعث نہ بن جائے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ! حق تعالیٰ ہم سب کو آقائے نامدار ﷺ کے اہل بیت اطہارؓ اور صحابہ کرامؓ کا صحیح معنوں میں احترام نصیب فرمائے کہ اس کے بغیر ایمان کی حلاوت نصیب ہی نہیں ہوتی۔

مولانا سید عبدالمجید ندیمؒ کی نماز جنازہ ان کے صاحبزادہ مفتی سید فیصل ندیم نے پڑھائی۔ ان کے بھرپور جلسوں کی طرح ان کے جنازہ میں بھی بڑی بھرپور حاضری تھی۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم امسال اکتوبر ۲۰۱۵ء میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لائے۔ اس موقعہ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا۔ اس میں بھی شرکت فرمائی۔ کانفرنس میں خطاب کے دوران فرمایا کہ: ''اس کانفرنس میں میری زندگی کی آخری بار شرکت ہے۔'' اس پر مجمع تو افسردہ ہونا تھا خود ان کی آواز بھی بھرّا گئی۔ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ ان کا یہ کہنا ایسا صحیح ثابت ہوا کہ یہ بیان صرف اس کانفرنس کا آخری بیان نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ ان کی زندگی کا آخری عوامی بیان ثابت ہوا۔ اس کے بعد اپنی قائم کردہ مسجد میں جمعہ کے خطابات تو ارشاد فرمائے لیکن عوامی آخری خطاب ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ آمین!

جناب صوفی ریاض الحسن گنگوہی ؒ کا وصال

۶ / دسمبر ۲۰۱۵ء کو جناب صوفی ریاض الحسن گنگوہی ڈیرہ اسماعیل خان میں وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! جناب صوفی ریاض الحسن صاحب قصبہ گنگوہ انڈیا سے تعلق رکھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں آکر آباد ہوئے۔ صوفی ریاض الحسن گنگوہی کا بیعت کا تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں کے حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ سے تھا۔ حضرت کی وفات کے بعد آپ نے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے اس تعلق کو قائم کیا۔ صوفی صاحب مرحوم خوب متحرک آدمی تھے۔ آپ نے کشمیری بازار ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک متروکہ جگہ قادیانیوں سے واگذار کرا کر محکمہ اوقاف سے قانونی تقاضوں کو پورا کر کے حاصل کیا اور پھر اسے ختم نبوت مسجد ومدرسہ کے لئے مختص کر دیا۔ اس کے لئے انہوں نے انتھک محنت کی۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ان کی مساعی کو بنیادی درجہ حاصل تھا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی ہدایات پر مفکر ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے، صوفی ریاض الحسن صاحب دست وبازو تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بھرپور کام کرنے کا جذبہ ودیعت فرمایا تھا۔ جس کام کے لئے ڈیوٹی لگ جاتی اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر دم نہ لیتے تھے۔ عرصہ تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ لیکن دل ودماغ بالکل جوان تھا۔ آپ کی تمام تر اولاد برسرروزگار ہے۔ جناب قاری خالد گنگوہی صاحب نے مسجد ومدرسہ اور مجلس کے کام کو سنبھالا ہوا ہے۔ آپ کی

نماز جنازہ مولانا صاجزادہ خلیل احمد نے پڑھائی۔ عالمی مجلس کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے اگلے روز جناب شعیب گنگوہی کی دستار بندی کرائی۔ مولانا صاجزادہ عزیز احمد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے ڈیرہ جاکر تعزیت کی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ ؒ کی رحلت

۱۱؍دسمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ، رات سوا دس بجے یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر والے وصال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! میانوالی سے راولپنڈی روڈ پر جائیں تو چکڑالہ موڑ سے دس بارہ کلومیٹر آگے راولپنڈی کی جانب گاؤں آتا ہے جسے ’’ڈھوک زمان‘‘ کہتے ہیں۔ یہاں پر اعوان برادری کے چشم وچراغ مولانا یار محمد صاحبؒ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام محمد عبداللہ رکھا گیا۔ یہ ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ یہی محمد عبداللہ آگے چل کر یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ کہلائے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر پر اور قرب وجوار میں حاصل کی۔ پھر مسجد زرگراں میانوالی میں حضرت مولانا محمد رمضان صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند کے پاس مزید تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ سراج العلوم بلاک نمبر۱ سرگودھا میں پڑھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں مولانا محمد عبداللہ مسجد زرگراں مدرسہ تبلیغ الاسلام میں زیر تعلیم اور دفتر ختم نبوت کے انچارج ہوتے تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر صوفی ایاز احمد خان نیازی، نائب صدر مولانا محمد رمضان صاحب اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد عبداللہ کو بنایا گیا۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس وقت میری عمر سولہ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ آپ ان دنوں شرح وقایہ والے سال پڑھتے تھے۔ آپ دفتر کے بھی انچارج تھے۔ مرکز سے رابطہ اور ان کے پروگرام کی روشنی میں میانوالی ضلع بھر میں تحریک کو آگے بڑھانا آپ کے دم قدم سے تھا۔ تحریک سے قبل وہاں ختم نبوت کانفرنس سے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ نے خطاب فرمایا تھا۔

مولانا محمد رمضانؒ، صوفی ایاز خان نیازیؒ، صوفی عبدالرحیم نیازیؒ، صوفی شیر محمدؒ زرگر، حضرت مولانا خواجہ خان محمد، مولانا پیر شاہ عالم، مولانا محمد عبداللہ اور دیگر حضرات نے میانوالی سے تحریک ختم نبوت کے الاؤ کو روشن رکھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب ۳؍اپریل کو گرفتار ہوئے اور ۱۸؍جولائی ۱۹۵۳ء کو رہا ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی یادداشتیں مولانا محمد عبداللہ نے کتاب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے لئے تحریر فرمائیں جو نئے ایڈیشن کے ص۳۲۲ سے ص۳۵۰ پر مشتمل پر شائع شدہ ہیں۔ مولانا محمد عبداللہ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء ثانی تک مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ اس سے پہلے مجلس احرار اسلام سے تعلق تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء کے بعد باقاعدہ مجلس تحفظ ختم نبوت سے استعفاء دیا۔ جو صدر مجلس تحفظ ختم نبوت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قبول فرمایا۔ وہ ماہنامہ لولاک میں پہلے چھپ چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے باضابطہ جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ پہلے ضلع میانوالی ان دنوں بھکر بھی میانوالی کی ایک تحصیل تھی۔ پھر سرگودھا ڈویژن۔ اس کے بعد بارہا پنجاب کے جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب جمعیۃ علماء اسلام میں آپ کے استاذ مولانا محمد رمضان مرحوم ایک طرف تھے۔ لیکن آپ

برابر حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور بعدہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے ساتھ رہے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب کا مجلس ختم نبوت سے جمعیۃ علماء اسلام میں جانا۔ یہ جمعیۃ اور مجلس کے رہنماؤں کے باہمی تعاون کے فیصلوں پر عمل درآمد کا حصہ تھا۔ مولانا محمد عبداللہ تادم واپسین جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کے مرکزی سرپرست اعلیٰ تھے۔

حق تعالیٰ مولانا محمد عبداللہ صاحب پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء غرض تینوں تحریکوں میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ جب بھی ملتان تشریف لاتے آپ کا قیام ہمیشہ دفتر ختم نبوت میں ہوتا۔ ختم نبوت کانفرنسہائے چنیوٹ پھر چناب نگر میں شرکت سے کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ مجلس کے ایک ایک کام پر نظر رکھتے تھے۔ تعاون، سرپرستی، رہنمائی اور اصلاح فرماتے تھے۔ ختم نبوت کے کام کے دل وجان سے معترف تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بہت صاف ستھرا لکھنے کا ذوق رکھتے تھے۔ اپنا مافی الضمیر تحریر کے ذریعہ سمجھانے کے ماہر تھے۔ ذوق انتہائی نفیس تھا۔ گفتگو ہمیشہ اتنی پاکیزہ اور بے عیب ہوتی تھی کہ دشمن بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا۔ فقیر نے ایک دفعہ ایک مجلس میں شیعہ حضرات کی کسی عبادت گاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام باڑہ کا لفظ استعمال کیا۔ فوراً ٹوک دیا۔ فرمایا: امام بارگاہ کہو۔ وہ حضرات اپنی عبادت گاہ کو امام بارگاہ کہتے ہیں۔ امام باڑہ کہنا ان کے نام کو بگاڑنا ہے۔ جو اخلاقاً درست نہیں۔ ان کے امام ہمارے بھی رہنما اور بزرگ تھے۔ ان کی نسبت سے قائم جگہ کو باڑہ کہنا کتنا توہین آمیز ہے؟ اختلاف اپنی جگہ، اخلاقی قدروں کو پامال نہیں کرنا چاہئے۔ زندگی میں ایک تو اس غلطی کا پہلی بار احساس ہوا۔ ورنہ مابدولت تو ہمیشہ یہی سوقیانہ نام استعمال کرتا تھا۔ دوسری یہ بات سمجھ آئی کہ زندگی بھر آپ نے پہلے ماہنامہ انوار مدینہ پھر ماہنامہ مناقب کے ذریعہ عظمت صحابہؓ واہل بیتؓ کی جنگ لڑی۔ لیکن طبیعت میں اعتدال کا یہ عالم تھا کہ علیحدگی میں بھی غیر مناسب ونازیبا الفاظ کا استعمال ان پر گراں گزرتا تھا۔ یہی وہ آپ کی خوبیاں تھیں جس نے آپ کو دوستوں وغیروں کی نظروں میں باوقار بنادیا تھا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب ریکارڈ رکھنے کے خوگر تھے۔ ایک ایک پرزہ سنبھال کر رکھتے تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری قومی تاریخ کا اپنے اندر بڑا ذخیرہ رکھتی ہے۔ مولانا محمد عبداللہ کریم النفس، درویش منش، اجلی سیرت کے رہنما تھے۔ ان کا وجود خیر وبرکت کا خزانہ تھا۔ وہ انتہائی زیرک اور شریف انسان تھے۔ ان سے علم اور علماء کا وقار قائم تھا۔ آپ جب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے تو آپ کا قد ۵ فٹ گیارہ انچ تھا۔ یہ آپ نے خود تحریر کیا ہے۔ یہ آغاز جوانی تھا۔ بعد میں کتنا اضافہ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ خوب دراز قد، خوب کتابی کھلا اور وجیہ گورا چٹا، چہرہ دل لبھانے والا تھا۔ کھلی پیشانی، عقابی نظریں، ستواں ناک، دل کی طرح سینہ بھی دراز۔ غرض وسیع القلب وسیع الصدر تھے۔ سفید وجیہہ چہرہ پر سفید داڑھی حسن کی بلندیوں کو چھوتی اور دلوں کو لبھاتی تھی۔

مولانا ہمیشہ سفید لباس استعمال کرتے تھے۔ شاید شلوار بھی استعمال کرتے ہوں۔ لیکن اکثر آپ چادر استعمال کرتے تھے۔ کندھے پر اکثر کلاچی کی لنگی ہوتی تھی۔ پگڑی ہمیشہ پشاوری استعمال کرتے تھے۔ چلنے میں علم کا وقار، متانت وسنجیدگی لئے ہوئے جس مجلس میں ہوتے اہل مجلس کی نگاہوں کا مرکز ہوتے تھے۔ بہت کم گو تھے۔ مگر جب بولتے تو موتی رولتے تھے۔ آپ کی ان خوبیوں نے آپ کو ہردل عزیزی اور محبوبیت کے مقام پر فائز کرایا تھا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب کا بیعت کا تعلق بنیادی طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا اور آخر تک آپ اسی ہی خانقاہ کی زلفوں کے اسیر رہے۔ حضرت رائے پوریؒ کی تربیت نے آپ کو سراپا، متبع شریعت وطریقت بنادیا تھا۔ ذکر وفکر میں کمال، عبادت وریاضت میں استغراق وفنائیت نے آپ کو بلند مقام پر فائز کردیا تھا۔ وہ اس دھرتی پر علم وعمل کا نمونہ تھے۔ نہ صرف نمونہ بلکہ نمونہ اسلاف تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے بعد آپ نے حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی مرحوم سے رشتہ بیعت استوار کیا۔ ان کے وصال کے بعد آپ نے بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے قائم کیا اور ایسا قائم کیا کہ اب آپ کا جنازہ بھی خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد نے پڑھایا۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ بھکر والوں نے اپنے مشائخ عظام کا جس طرح احترام کیا وہ آج کل کی نسل کو سمجھانا مشکل ہے۔ راقم کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ مولانا محمد عبداللہ صاحب گھنٹوں مجلس میں بیٹھتے تو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے سامنے ایسے مؤدب ہوکر بیٹھتے کہ گویا علی رأسہ طائر کا مصداق بن جاتے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب اسہال علالت کے باعث چناب نگر ختم نبوت پر تشریف نہ لائے۔ لیکن اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا صفی اللہ صاحب کو اپنی نمائندگی کے لئے روانہ فرمایا۔ مولانا محمد عبداللہ بہت ہی جفاکش، محنتی اور بھرپور جذبہ رکھنے والے مشنری اور نظریاتی عالم دین تھے۔ ان کی ذات سے بہت ہی خیر وبرکت کی یادیں وابستہ تھیں۔ ان کے وصال نے تاریخ کا ایک باب بند کردیا۔

گزشتہ کچھ دنوں سے کمر کے مہروں میں درد شروع ہوا۔ بہاول پور وکٹوریہ ہسپتال جانے کا فیصلہ ہوا۔ گھر سے اپنے قائم کردہ جامعہ قادریہ میں تشریف لائے۔ تمام طلباء واساتذہ سے فرداً فرداً مصافحہ وملاقات کی۔ بہاول پور گئے۔ علاج شروع ہوا۔ مہروں کا قریباً پانچ گھنٹے اپریشن ہوا۔ جوانوں کی طرح دل کام کررہا تھا۔ اپریشن کرنے والے ڈاکٹر صاحبان بہت مطمئن تھے کہ اپریشن کامیاب رہا۔ آپ کے جسم میں بھی خوب حرکت آگئی۔ سب مطمئن تھے۔ لیکن تقدیر تو بہرحال تقدیر ہے۔ اپریشن کے بعد غذا میں کمی ہوگئی۔ کوئی چیز کھانے پینے کو طبیعت نہ کرتی تھی۔ اس سے نہ صرف کمزور ہوئے بلکہ بلڈ پریشر کم ہوا۔ وزن کم ہوا۔ جسم میں قوت مدافعت کی کمی ہوئی۔ ایسی کمی ہوئی کہ دنیا میں آنکھ بند کی اور جنت میں جا کھولی۔ بہاول پور سے پھر ایمبولینس کے ذریعہ سفر شروع ہوا۔ جسد خاکی پھر جامعہ قادریہ بھکر صبح ساڑھے تین بجے لایا گیا۔ جب گئے تھے تو ملاقاتیوں کے دل دھڑکتے تھے۔ اب واپس تشریف لائے تو ملاقاتیوں کی آنکھیں چھلکتی تھیں۔ آپ کی وفات کی خبر ملک بھر میں پھیلی۔ جس نے خبر سنی دم بخود ہوگیا۔ اگلے دن بھکر کے سب سے بڑے سٹیڈیم میں جنازہ ہوا جو ملک کے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ جب کہ بھکر شہر کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ عام قبرستان میں ابدی نیند سوگئے۔ اب اس دن اٹھیں گے جب کہ پوری انسانیت اٹھے گی۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ جنت میں آپ کو اعلیٰ مقام ارزاں ہو۔ وہ حق تعالیٰ کے مقرب تھے۔ اللہ رب العزت انہیں اپنا اور قرب نصیب فرمائیں۔ ان کی وفات پر دل بے قابو ہے۔ دل روتا ہے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ ان کی جدائی نے غمگین کردیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ سب کے ساتھ اپنے کرم کا معاملہ فرمائیں۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم!

ظہور قدسی

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

تاریخ ادیان وملل شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور پر تقریباً چھ صدیاں گزر چکی ہیں۔ معمورہ عالم خدا کے پیغمبروں کی معرفت حاصل کی ہوئی صداقت حق کو فراموش کر چکا ہے۔ تمام نوع انسانی خدا کے بجائے مظاہر پرستی میں مبتلا ہے اور ہر قوم اور ہر ملک میں نوع انسان سے لے کر نوع جمادات تک کی پرستش سرمایہ نازش بنی ہوئی ہے۔ کوئی انسان کو اوتار (خدا) کہہ رہا ہے، تو کوئی خدا کا بیٹا۔ اگر ایک گروہ مادہ پرست ہے تو دوسرا خود اپنی آتما (روح) کو ہی خدا سمجھ رہا ہے۔ سورج کی پوجا ہے۔ چاند اور ستاروں کی پرستش ہے۔ حیوانوں، درختوں اور پتھروں کی عبادت ہے۔ آگ، پانی، ہوا اور مٹی کے سامنے ناصیہ فرسائی ہے۔ غرض کائنات کی ہر شئے پرستش اور پوجا کے لائق ہے اور نہیں ہے، تو ذات واحد قابل پرستش نہیں ہے نہ اس کی احدیت کا تصور خالص ہے اور صمدیت کا۔ اگر اس کو مانا بھی جاتا ہے تو دوسروں کی پرستش اور عبادت کے ذریعہ۔ وہ اگر خالق موجودات ہے تو دوسروں کے واسطے اور احتیاج کے ساتھ۔ مادہ، روح اور ترکیب سب ہی باتوں کا محتاج ہے۔ اگر وہ مالک موجودات ہے بھی، تو انسان، درخت، پتھر کے بل بوتے پر۔ غرض ساری دنیا میں اصل کارفرمائی مظاہر کی تھی اور ذات حق صرف ''نام کے لئے''۔ حقیقت سے چشم پوشی تھی، مگر مجاز کے ساتھ ذوق عشق۔ ''ذات حق'' سے بعد تھا، مگر مظاہر سے قربت سرمایہ سعادت تھا۔ خالق سے بیگانگی تھی، مگر مخلوق کی عبادت گزاری شعار عام تھا اور ہر طرف ''مانعبدھم الا لیقربونا الیٰ اللہ زلفی'' (ہم ان کو نہیں پوجتے مگر اس لئے تاکہ وہ خدا کی جانب ہماری قربت کا ذریعہ بن جائیں) کا مظاہرہ نظر آتا تھا۔ یہی وہ تاریک دور تھا جس میں سنۃ اللہ یعنی خدا کے قانون ہدایت وضلالت نے پھر ماضی کی تاریخ کو دہرایا اور غیرت حق نے فطرت کے قانون ردعمل کو حرکت دی۔ یعنی آفتاب ہدایت، برج سعادت سے نمودار ہوا اور چہار جانب چھائی ہوئی شرک وجہالت اور رسم ورواج کی تاریکیوں کو فنا کر کے عالم ہست وبود کو علم ویقین کی روشنی سے منور کر دیا۔

۹ ربیع الاوّل، مطابق ۲۰ راپریل ۵۷۱ء جدید تحقیق کے مطابق ۱۷ رجون ۵۶۹ء دوشنبہ کی صبح، وہ صبح سعادت تھی، جب مدنیت وحضارت سے محروم، بن کھیتی کی سرزمین مکہ کے ایک معزز قبیلہ (بنی ہاشم) میں عبداللہ بن عبدالمطلب کے یہاں آمنہ بنت وہب کے مشکوٰ معلّٰی سے آفتاب رسالت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ظہور کیا۔

خدایا وہ صبح کیسی سعادت افروز تھی، جس نے کائنات ارضی کو رشد وہدایت کے طلوع کا مژدۂ جاں فزا سنایا! وہ ساعت کیسی مبارک ومحمود تھی، جو معمورۂ عالم کے لئے پیغام بشارت بنی۔ عالم کا ذرہ ذرہ زبان حال سے نغمے گا رہا تھا کہ وقت آپہنچا کہ اب دنیائے ہست وبود کی شقاوت دور، اور سعادت مجسم سے عالم معمور ہو۔ ظلمت شرک وکفر کا پردہ چاک اور آفتاب ہدایت روشن اور تابناک ہو۔ مظاہر پرستی باطل ٹھہرے اور خدائے واحد کی توحید حیات قرار پائے۔ دنیا تو کیا، ملک، قبیلہ اور خاندان کو بھی یہ علم نہ تھا کہ مذاہب عالم جس آفتاب رسالت کے طلوع ہونے

کے منتظر ہیں، وہ اس غیر متمدن سرزمین اور عبدالمطلب کے گھرانے سے جلوہ گر ہوگا کہ اس کی ولادت باسعادت کو خاص اہمیت دیتے اور تاریخ ولادت کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے۔ مگر جس خالق کائنات کے نوشتۂ تقدیر نے اس کو مقدس ہستی بنانے کا فیصلہ کیا، اس کے پر قدرت نے ولادت باسعادت کے لئے ایک معجزانہ تاریخی نشان بھی ظاہر کر دیا اور وہ ''اصحاب الفیل'' کا واقعہ تھا۔

معتبر اور مستند روایات شاہد ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت اس واقعہ سے چند ماہ بعد ہوئی۔ یہ واقعہ جن خصوصیات کا حامل ہے ان کے پیش نظر یہ عرب کے لئے عموماً اور اہل حجاز کے لئے خصوصاً نہایت عجیب اور حیرت نما تھا اور اس لئے وہ کبھی اس کو فراموش نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کا نام ہی ''عام الفیل'' یعنی (ہاتھیوں والا سال) رکھ دیا۔ مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ دراصل یہ واقعہ ایک ''نشان'' ہے۔ اس جلیل القدر ہستی کے ظہور کا جو ایک روز تمام معمورۂ انسانی کو مرکز توحید اور قبلۂ ابراہیمی پر جمع کر دے گی اور اس کو غیر اللہ (بتوں) کی آلودگیوں سے پاک کر کے توحید الٰہی کے نغموں کے لئے مخصوص کر دے گی۔ کیونکہ وہ پہلا مقام ہے جو صرف خدائے واحد کی پرستش کے لئے بنایا گیا۔ یہ مندر نہیں تھا کہ مورتی کی پوجا کی جائے۔ یہ گرجا اور کلیسا بھی نہیں کہ یسوع مسیح اور کنواری مریم کے مجسموں کے سامنے سر جھکایا جائے۔ نہ یہ آتش کدہ تھا کہ آگ کو نور کا مظہر قرار دے کر اس کی پرستش کی جائے اور نہ یہ صلوٰۃ یہود تھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر ان کی تقدیس کے نغمے گائے جائیں۔ بلکہ یہ تو خدا اور صرف ایک خدا کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا۔

غرض بعثت کے بعد جب قدرت کے اعجاز نما ہاتھوں نے عام الفیل میں آپ ﷺ کی ولادت کا راز سربستہ آشکارا کر دیا، تب دنیا نے سمجھا کہ ابرہہ اور اس کے لشکر سے کعبۃ اللہ کی یہ حفاظت اس لئے تھی کہ وہ وقت قریب آ پہنچا جب دوبارہ یہ مقدس مقام خدائے واحد کی عبادت اور توحید خالص کی مرکزیت کا شرف حاصل کرنے والا ہے۔ پس جو طاقت بھی اس مقصد عظمیٰ سے متصادم ہوگی خود ہی پاش پاش ہو کر رہ جائے گی۔

ابرہہ عیسائی تھا۔ اہل عرب و قریش، مشرک۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ابرہہ اور اس کے لشکر کی بربادی قریش کی نصرت وحمایت کے لئے تھی؟ نہیں بلکہ اس لئے یہ سب کچھ ہوا کہ مشیت الٰہی کے خلاف ابرہہ کی یہ خواہش تھی کہ یمن میں جو خوبصورت گرجا (القلیس) باپ، بیٹا، روح القدس (تثلیث) کے فروغ دینے کو بنایا گیا تھا، مرکز توجہ کعبۃ اللہ کی جگہ وہ مرجع خلائق بنے اور اس مقصد کی خاطر انہدام کعبہ کے لئے لشکر کشی کی۔ ادھر قریش بلکہ سارا عرب اس کی مقاومت سے عاجز و درماندہ تھا۔ ابرہہ وقت کے تمام جنگی اسلحہ اور سروسامان کا مالک اور قریش یکسر ان سب سے محروم۔ تب غیرت حق حرکت میں آئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ دنیوی طاقت کے گھمنڈ پر مشیت الٰہی سے ٹکرانے والا خود ہی فنا کے گھاٹ اتر گیا اور محور توحید کعبہ خدائی حفاظت کے سایہ میں اسی طرح قائم رہا۔ بلاشبہ اس بات میں بڑی ہی عبرت ہے اس شخص کے لئے جو خوف خدا رکھتا ہے۔

بہرحال عام الفیل نبی اکرم ﷺ کی ولاست باسعادت کا سال ہے اور یہ مشہور واقعہ ظہور قدسی کا سب سے بڑا قریبی نشان ہے اور یہ حقیقت اس شخص پر بخوبی عیاں ہے جس کے پاس قبول حق کے لئے دل ہے اور جو حاضر دماغی کے ساتھ امر حق کی جانب کان لگائے ہوئے ہے۔

ایک انصاری صحابیؓ

مولانا محمد وسیم اسلم

ہجرت نبوی ﷺ سے تقریباً ستائیں برس پہلے پیدا ہونے والے صحابیؓ رسول جنہیں اللہ پاک نے پیدائش سے ہی ایسی فطرت عنایت فرمائی جو نہایت سلیم الطبع اور پاکبازی پر مبنی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا ذوق بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے منزل شباب تک جوں جوں آپ کی قد وقامت عروج پر پہنچنے لگی۔ ساتھ ہی آپ کے کلام کی شہرت بھی عرب کے دور دراز علاقوں میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ لوگ آپ کو شاعر کی حیثیت سے گرداننے لگے۔ آپ مدینہ منورہ کے ان چالیس اوّلین مسلمانوں میں سے ایک تھے جنہوں نے ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے حضرت اسعدؓ بن زرارہ انصاری کی امامت میں نماز جمعہ پڑھی۔ خود انہی انصاری صحابیؓ (جن کی کنیت اسلام لانے کے بعد ''ابوعبداللہ'' تھی) سے ایک روایت ہے کہ: ''نماز جمعہ کا حکم آنے سے پہلے ہی ہم (انصار مدینہ) نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ ہفتے میں ایک دن سب اکٹھے ہوکر نماز پڑھیں گے۔ اس مقصد کے لئے ہم نے یوم عروبہ (جمعہ) کو اختیار کیا۔ سب سے پہلا جمعہ حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے بنی بیاضہ کے علاقہ میں پڑھایا جس میں چالیس آدمی شریک تھے۔''

یہ وہ خوش نصیب صحابیؓ ہیں جن کے اسلام لانے کے بعد ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خود ان کے مکان پر تشریف لائے۔ چونکہ یہ صحابیؓ رسول ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے اشعار میں کچھ ایسی تاثیر اور ہیبت تھی کہ کفار انہیں سن کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ ان کو سید خاتم النبیین ﷺ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بے تاب ہوکر مکان سے باہر نکل کر آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ بھی ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ''ابوعبداللہ اپنے کچھ اشعار تو سناؤ۔'' تو ابوعبداللہ انصاریؓ نے اسی وقت اپنے کئی اشعار بڑے ذوق وشوق سے پڑھ دیئے۔ حضور ﷺ ان اشعار کو سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''اور۔'' انہوں نے پھر کئی اشعار پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اور۔'' اسی طرح آپ ﷺ نے ان سے تین بار فرمائش کر کے اشعار سنے اور پھر ان کے اشعار کی تحسین فرمائی۔

یہ جانثار انصاری صحابیؓ جن کے اشعار سننے کے لئے آقائے دوجہاں ﷺ خود ان کے ہاں تشریف لائے اور ان کے کلام کی ستائش فرمائی یہ صحابیؓ ''سیدنا ابوعبداللہ کعبؓ بن مالک سلمی انصاری'' تھے۔

سن ۱۳ نبوت میں پانچ سو اہل مدینہ کا ایک قافلہ حج کے لئے مکہ روانہ ہوا۔ اس قافلے میں ۷۵ را یسے اصحاب (۷۳ مرد اور ۲ خواتین) بھی شامل تھے جو اگرچہ دولت ایمان سے بہرہ یاب ہو چکے تھے۔ لیکن ان کا اسلام دوسرے (غیر مسلم) اہل مدینہ سے پوشیدہ تھا۔ ان اہل ایمان میں حضرت کعبؓ بن مالک بھی شامل تھے۔ ان اصحاب کا مقصد حج کے علاوہ یہ بھی تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل کریں اور ساتھ ہی آپ ﷺ کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دیں۔ اس وقت عرب کا ذرہ ذرہ رحمت عالم ﷺ اور

آپ ﷺ کے نام لیواؤں کا دشمن تھا۔ ان حضرات کا یہ ارادہ گویا سارے عرب کو للکارنے کے مترادف تھا۔ لیکن مدینہ کے پرستاران حق کی یہ اولوالعزم جماعت اپنا پختہ عزم کر چکی تھی۔ چنانچہ جب یہ حضرات مکہ پہنچے تو قبیلہ کے سردار براءؓ بن معرور، کعبؓ بن مالک کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے چلے۔ مگر ان حضرات نے آپ ﷺ کو کبھی دیکھا نہ تھا۔ البتہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کو جانتے تھے۔ کیونکہ وہ تجارت کے سلسلے میں مدینہ آتے رہتے تھے۔ ایک شخص نے بتایا کہ تم حرم میں جاؤ تو حضرت عباسؓ اور رسول اللہ ﷺ ایک ساتھ ہی بیٹھے نظر آئیں گے۔ یہ حضرات وہاں پہنچے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ براءؓ بن معرور ہیں اور یہ کعبؓ بن مالک۔ آپ ﷺ نے جب حضرت کعبؓ کا نام سنا تو فرمایا کہ: ''شاعر''؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا ''جی''۔

بعد ازاں اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ ایام تشریق کی درمیانی رات مجھ سے عقبہ میں ملیں۔ جب وہ رات آئی تو ایک تہائی حصہ رات کا گزرنے کے بعد پوری قوم (۷۳ مرد اور ۲ عورتیں) آپ ﷺ سے ملنے کے لئے بڑی رازداری کے ساتھ عقبہ کی جانب چلی۔ عقبہ کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ بھی حضرت عباسؓ کے ہمراہ وہاں تشریف لائے۔ حضرت عباسؓ نے پوری قوم کو حالات سے آگاہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری کا عہد لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی چند آیات پڑھیں اور دین اسلام پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا: ''میں تم سے اس پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اپنے جانوں اور اپنے اہل وعیال کی مانند میری حمایت وحفاظت کرو گے۔'' سردار قبیلہ حضرت براءؓ بن معرور نے آپ ﷺ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: ''یارسول اللہ! خدائے برتر کی قسم ہم اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے۔ ہم نے تلواروں کی گود میں پرورش پائی ہے۔ جنگ آزمائی ہم نے اپنے باپ دادا سے ورثے میں پائی ہے۔'' اہل مدینہ اس بیعت (بیعت عقبہ) پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات تو ان حضرات میں اس بات پر بحث ہو جاتی تھی کہ لیلۃ العقبہ میں کس کو سب سے پہلے حضور ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ بنو نجار کہتے تھے کہ اوّلین بیعت کرنے والے اسعدؓ بن زرارہ نجاری تھے۔ بنو عبدالاشہل حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان کا نام لیتے تھے اور بنو سلمہ کا دعویٰ تھا کہ سب سے پہلے یہ سعادت حضرت کعبؓ بن مالک کو حاصل ہوئی۔

قبول اسلام سے پہلے حضرت کعبؓ بن مالک کی کنیت ابوبشیر تھی۔ جب آپ سعادت ایمان سے سرفراز ہوئے تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ اب تمہاری کنیت ابوبشیر کی بجائے ابوعبداللہ ہوگی۔ چنانچہ ان کی اسی کنیت نے شہرت پائی۔ ہجرت کے چند ماہ بعد رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت کعبؓ بن مالک کو حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کا اسلامی بھائی بنایا جو اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔

حضرت کعبؓ بن مالک سوائے دو غزوات کے باقی تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب رہے اور ہر معرکہ میں شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ غزوہ احد میں انہوں نے بے مثال شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا اور لڑائی میں گیارہ زخم کھائے۔ معرکہ کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب سرور عالم ﷺ کی

شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو حضرات صحابہ کرامؓ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اتفاق سے حضرت کعبؓ بن مالک کی نظر رسول اللہ ﷺ پر پڑی۔ وہ آپ کو سلامت دیکھ کر جوش مسرت میں پکار اٹھے ”یا رسول اللہ“ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا ”خاموش رہو۔“

جن دو غزوات سے حضرت کعبؓ بن مالک محروم رہے۔ وہ غزوہ بدر اور غزوہ تبوک ہیں۔ غزوہ بدر میں آپ کے تیار ہونے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ اس لئے آپ اس میں شرکت سے محروم رہ گئے۔ حضرت کعبؓ بن مالک اس محرومی کی تلافی یہ کہہ کر فرمایا کرتے تھے کہ: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے لیلۃ العقبہ میں شریک ہونے کی سعادت نصیب کی جس کو بدر پر فضیلت حاصل ہے۔“ اور غزوہ تبوک میں منافقین اور معذورین کے علاوہ رہ جانے والے تین مخلص اور سچے صحابہ کرامؓ میں سے ایک یہی حضرت کعبؓ بن مالک ہیں۔ باقی دو صحابہ حضرت ہلالؓ بن امیہ اور حضرت مرارۃؓ بن ربیع ہیں۔ اس غزوہ کے موقع پر آپؓ ایک شدید امتحان میں مبتلا ہوئے۔ جس کی تفصیل خود حضرت کعبؓ بن مالک سے ایک طویل حدیث بخاری شریف میں مروی ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سن ۹ ہجری میں روم کے بادشاہ نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ حملہ کرنا چاہا۔ حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ تیاری کرو۔ ہم آگے بڑھ کر عرب کی سرحدوں پر رومیوں کا مقابلہ کریں گے۔ اہل مدینہ کا گزر بسر کھجوروں کی فصل پر ہوتا تھا اور ان کے پکنے کا وقت آ چکا تھا۔ اس لئے منافقین کے علاوہ تمام صحابہ کرامؓ نے اس غزوہ میں شرکت کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت کعبؓ بن مالک نے بھی تیاری مکمل کی اور اسی غرض سے دو سواریاں بھی خریدیں۔ اس سے قبل آپ کے پاس دو سواریاں کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں۔ مگر جب روانگی کا وقت ہوا تو آپ سے تساہل ہو گیا کہ کل چلا جاؤں گا اور لشکر سے جا ملوں گا۔ اگلا دن آیا تو سستی میں مبتلا ہو گئے کہ آئندہ کل چلا جاؤں گا۔ اس طرح کرتے کرتے سستی غالب آ گئی۔ یہاں تک آپ کو خبر پہنچی کہ حضور ﷺ تبوک جا پہنچے۔ تین ہزار جانثار صحابہ کرامؓ کا لشکر آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ حضور ﷺ کا حضرت کعبؓ بن مالک سے اتنا تعلق تھا کہ تبوک پہنچ کر فرمایا کہ کعب نظر نہیں آئے۔ کیا ہوا؟ کسی نے کہہ دیا کہ کعبؓ کو اس کے مال نے روکا۔ اس پر حضرت معاذ بن جبلؓ نے اس بات کی تردید کی اور فرمایا کہ جہاں تک ہمیں علم ہے کعبؓ بن مالک اچھے انسان ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے سکوت فرمایا۔

جب لشکر غزوہ تبوک سے واپس ہوا تو منافقین حضرت کعبؓ بن مالک کو حیلے بہانے سکھانے لگے کہ ایسا کہہ دو گے تو حضور ﷺ درگزر فرما دیں گے۔ اسی ۸۰ کے قریب اور لوگ تھے جو اس غزوہ میں شریک نہ ہوئے۔ وہ سب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اپنے عذر بیان کرنے لگے۔ مگر جب حضرت کعبؓ بن مالک آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کعب تم غزوہ میں کیوں شریک نہیں ہوئے؟ حضرت کعبؓ بن مالک نے پہلے سے سچ بولنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ اسی کے مطابق انہوں نے اپنی خطاء کا صاف صاف اقرار کر لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا اب گھر جاؤ اور حکم خداوندی کا انتظار کرو۔ یہی صورت حضرت مرارۃؓ بن ربیع

اور ہلالؓ بن امیہ کے ساتھ پیش آئی۔ حضور ﷺ نے تمام مسلمانوں کو ان تینوں سے بات کرنے سے منع فرمادیا۔
''حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ اس دن سے زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ ہر شخص مجھ سے اجتناب کرتا تھا۔ مجھے یہ فکر کھائے جاتی تھی کہ اس حال میں مرگیا تو حضور ﷺ جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدانخواستہ اسی حالت میں حضور ﷺ کا وصال ہوگیا تو میں مسلمانوں کے نزدیک ہمیشہ مردود رہوں گا۔ غرض پچاس دن سخت ابتلاء میں گزارے۔ میرے دوست تو شروع سے ہی گھر بیٹھ گئے۔ مگر میں نماز کے لئے مسجد میں آتا۔ حضور ﷺ کے مجلس میں بھی شریک ہوتا۔ مگر کوئی مجھ سے بات نہ کرتا۔ میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ چہرہ مبارک پھیر لیتے۔''

حضرت کعبؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ: ''ایک دن میں اپنے پڑوسی اور چچازاد بھائی ابوقتادہؓ کی دیوار پر چڑھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے قسم دے کر ان سے پوچھا ابوقتادہ تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ ابوقتادہؓ خاموش رہے۔ میں نے تین بار الفاظ کی تکرار کی، تو وہ صرف اتنا بولے کہ: ''اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔'' یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مجھ پر پابندی کے چالیسویں روز حضور ﷺ نے مجھے پیغام بھیجا کہ اپنی بیوی سے الگ ہوجاؤ۔ میں نے قاصد سے پوچھا کہ کیا طلاق دے دوں؟ انہوں نے کہا نہیں، بلکہ اس سے الگ رہو۔ میں نے اپنی بیوں کو میکے بھیج دیا۔ اسی دوران ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جارہا تھا کہ ایک قبطی عیسائی، غسان کے بادشاہ کا خط میرے نام لایا۔ جس میں بادشاہ غسان نے لکھا تھا: ''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا (ﷺ) نے تمہارے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ اب میرے پاس چلے آؤ اور دیکھو کہ یہاں تمہاری کیسی عزت ہوتی ہے۔'' میں نے خط پڑھ کر نذر آتش کردیا کہ مجھے یہ دن بھی دیکھنا تھا کہ ایک کافر مجھے راہ حق سے ہٹانا چاہتا ہے اور میرے آقا ﷺ سے جدا کرنا چاہتا ہے۔ پچاسویں دن صبح کی نماز پڑھ کر چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ زندگی مجھ پر دوبھر ہورہی تھی اور سخت بے چین تھا کہ اچانک کوہ سلع کی چوٹی سے کسی نے پکارا کہ: ''کعبؓ بشارت ہو۔'' میں یہ الفاظ سنتے ہی سجدے میں گر گیا اور فرط حیرت سے رونے لگا۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑا دوڑاتے ہوئے میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی۔ میں نے اپنے دونوں کپڑے (بشارت دینے کی خوشی میں) ان کی نذر کردیئے۔ خود کسی سے مانگ کر کپڑے پہنے اور سیدھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت جو لوگ وہاں موجود تھے سب مجھے مبارکباد دینے دوڑے، سب سے پہلے حضرت طلحہؓ نے بڑھ کر مبارکباد دی۔ ان کے اس اخلاق اور گرم جوشی کو کبھی نہ بھولوں گا۔ میں نے حضور ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ کے رخ انور پر بشاشت پھیل گئی اور چاند کی طرح چمکنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا: ''کعب تمہاری زندگی میں ایسا مبارک دن کبھی نہیں آیا۔ مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔''

حضرت کعبؓ بن مالک سے ایک سو اسی احادیث مروی ہیں۔ حضور ﷺ کی وصال کے بعد تقریباً اڑتالیس برس تک آپ زندہ رہے۔ آپ نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے چھوڑے۔ ان کے نام عبدالرحمٰن، عبداللہ، عبیداللہ، معبد اور محمد تھے۔ آپ نے ۷۷ برس کی عمر پائی اور ماہ ربیع الثانی ۵۰ ہجری میں آپ اس جہان فانی سے رحلت فرماگئے۔

اصحاب بدر کا اجمالی تعارف

قسط نمبر: 8

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

۷۶...... ذکوان ابن عبد قیس ابن خلوۃ الخزرجی الانصاریؓ

آپ کی کنیت ابو السبع تھی۔ عقبہ اولیٰ وثانیہ کی بیعت میں شریک ہوئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کو ''الانصاری والمہاجری'' کہا جاتا تھا۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کو ابوالحکم ابن اخنس نے شہید کیا۔ جب سرور دو عالم ﷺ احد کی طرف روانہ ہوئے تو فرمایا: ''مـــن ینتـدب'' تو ذکوان کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی یہ پسند کرے کہ کل جنت کے سبزہ زاروں میں چلتے ہوئے شخص کو دیکھے تو ذکوان کو دیکھ لے۔ واقدی کہتے ہیں عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ اسعد بن زرارہ، ذکوان بن عبدالقیس مکہ مکرمہ کی طرف نکلے اور عتبہ بن ربیعہ کے پاس اترنے کا ارادہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا سنا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان پر سلام پیش کیا، قرآن پاک پڑھ کر سنایا تو مسلمان ہو گئے اور عتبہ کے پاس نہ گئے اور مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ یہ حضرات پہلے حضرات سے تو اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔ (سبل الہدیٰ الرشاد ص ۹۹ ج ۴)

۷۷...... رافع بن حارث بن سوداالخزرجی الانصاریؓ

غزوہ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ سیدنا عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا ایک بیٹا تھا۔ جسے حارث کے نام سے پکارا جاتا۔ (سیرت ابن ہشام ص ۳۶۰ ج ۲)

۷۸...... رافع بن عنجدہ الاوسی الانصاریؓ

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ کا نام رافع بن عجزہ اور والد کا نام عبدالحارث تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی مواخات حصین بن الحارث بن المطلب کے ساتھ کرائی۔ (سیرت ابن ہشام ص ۳۵۴ ج ۲)

۷۹...... رافع بن المعلیٰ ابن لوذان الخزرجیؓ

اپنے بھائی ہلال بن المعلیٰ کے ساتھ غزوہ بدر میں شرکت کی اور غزوہ بدر میں عکرمہ بن ابوجہل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضور ﷺ نے آپ کی مواخات صفوان بن بیضاء سے کرائی۔ (طبقات بن سعد ص ۶۰۰ ج ۳)

۸۰...... رافع بن یزید ابن کرز الاشہلی الاوسیؓ

کہا گیا ہے کہ آپ کا نام یزید کے بجائے زید تھا۔ بدر و احد میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ انصار کے نسب کے عالم تھے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۳۴۳ ج ۲)

۸۱......ربعی بن رافع بن یزید موٰلی اوسؓ

ربیع بن رافع بن زید ابن حارثہ بن الجد بن عجلان غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا نام ربیع بن ابو رافع ہے۔ محمد بن عبید اللہ بن الواقع نے اصحاب بدر کے تذکرہ میں کہا کہ ربعی بن رافع بنی عمرو بن عوف میں سے تھے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۳۲۵ ج ۲)

۸۲......ربیع بن ایاس بن عمرو الخزرجی الانصاریؓ

غزوہ بدر و احد میں شریک ہوئے اور لاولد فوت ہوئے۔ اپنے بھائی وذفۃ بن ایاس کے ساتھ غزوہ بدر میں شرکت کی۔ (طبقات ابن سعد ص ۵۵۲ ج ۳)

۸۳......ربیع بن اکثم بن سخبرۃ الاسدی موٰلی قریشؓ

بنو امیہ کے حلیف تھے۔ ۳۳ سال کی عمر میں غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ نیز غزوہ احد، خندق اور خیبر میں بھی شرکت کی۔ انہیں حارث یہودی نے غزوہ خیبر میں شہید کیا۔ آپ کی کنیت ابو تزید تھی۔ (سیرت ابن ہشام ص ۳۳۵ ج ۲)

۸۴......رحیلہ بن ثعلبہ بن خالد البیاضی الخزرجیؓ

ابن عقبہ فرماتے ہیں کہ ان کا نام رحیلہ تھا۔ بعض حضرات نے کہا کہ آپ کا نام جبلہ بن خالد ثعلبہ الانصاری تھا۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کا نام رحیلہ تھا۔ جیسا کہ الاصابہ اور سیرت ابن ہشام میں ہے۔ بدر اور احد دونوں میں شرکت فرمائی۔ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ (سیرت ابن ہشام ص ۳۵۸ ج ۲)

۸۵......رفاعۃ بن رافع بن مالک الخزرجیؓ

آپ کی کنیت ابو معاذ تھی۔ آپ غزوہ احد، خندق، بیعت الرضوان اور تمام غزوات میں رحمت دو عالم ﷺ کے شانہ بشانہ رہے۔ آپ اور آپ کے والد محترم بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت کی ابتداء میں انتقال فرمایا۔ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ (طبقات ابن سعد ص ۵۹۶ ج ۳)

۸۶......رفاعۃ بن عمرو ابن زید الخزرجی الانصاری السالمیؓ

کنیت ابو الولید تھی۔ ابن ابی الولید کے نام سے مشہور تھے۔ ستر انصار کے ساتھ عقبہ میں شامل تھے۔ بدر و احد میں شریک ہوئے۔ احد میں شہید کر دیئے گئے۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ (سیرت ابن ہشام ص ۳۵۰ ج ۲)

۸۷......زبیر بن العوام بن خویلدؓ

آپ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب کے فرزند تھے اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے بھائی تھے۔ سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے قبول اسلام کے تھوڑے عرصہ بعد اسلام قبول کرنے میں چوتھے یا پانچویں شخص تھے۔ آپ نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ ﷺ نے

ان کی مواخات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کی۔ آپ نے مال تجارت سے بہت سا نفع کمایا اور سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ بہت سے غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ہر نبی کے لئے کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے اور میرا حواری (یعنی مددگار) زبیرؓ بن عوام ہے۔ حضرت زبیرؓ پہلے فرد ہیں جنہوں نے اسلام کے لئے تلوار زیب تن کی۔ (سیرت ابن ہشام ص۳۳۶ ج۲)

۸۸......زیاد بن عمرو مولیٰ الخزرجیؓ

بعض نے ابن عمرو کے بجائے ابن بشر کہا۔ آپ اپنے بھائی ضمرہ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام ص۳۵۳ ج۲)

۸۹......زیاد بن لبید ابن ثعلبۃ البیاضی الخزرجی الانصاریؓ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور قیام کیا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کو ''مہاجری الانصاری'' کہا جاتا ہے۔ ستر انصاریوں کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ نیز غزوہ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ رہے۔ حضور ﷺ نے آپ کو ''حضرت موت'' کا عامل مقرر فرمایا اور اہل یمن کے مرتدین کے مقابلہ میں قتال کا بھی والی مقرر فرمایا۔ جب قبائل اشعث بن قیس کے ساتھ مرتد ہوئے۔ یہاں تک کہ زیاد نے ان کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی۔ ان میں سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو قیدی بنایا اور اشعث بن قیس کو حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت زیادؓ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں فوت ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ص۵۹۸ ج۳)

۹۰......زید ابن اسلم ابن ثعلبہ مولیٰ الاوسؓ

آپ غزوہ بدر و احد میں شامل رہے۔ ایسے ہی صفین کے موقع پر بھی حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ تھے۔ آپ کو طلیحہ ابن خویلد الاسدی نے قتل کیا۔ نیز آپ عکاشہ بن محصنؓ کے ساتھ شہید کئے گئے۔ (اسد الغابہ ص۳۳۰ ج۲)

حضرت میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہ کی مرکز ختم نبوت تشریف آوری

خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف رحیم یار خان کے سجادہ نشین، حضرت اقدس مولانا میاں مسعود احمد دین پوری دامت برکاتہم ۴،۵،۶،۷، رصفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷،۱۸،۱۹،۲۰ رنومبر ۲۰۱۵ء مرکز ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں مقیم رہے۔

حضرت والا کی تشریف آوری سے سرگودھا، چنیوٹ اور فیصل آباد کے اضلاع سے متعلقین کی آمد اور چہل پہل رہی۔ صدر المدرسین مولانا غلام رسول دین پوری اپنے ساتھی اساتذہ کرام کے ساتھ تعلیمی معروفیات کے ساتھ ساتھ تربیت وتزکیہ کے ان پروگراموں میں شریک رہے۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں میرے مشاہدات وتأثرات

قسط نمبر:1

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی بعث الأنبیاء والرسول لهدایة العباد، وأفضل الصلاة وأتم السلام علی سیّدنا محمد، خاتم الأنبیاء والرسل، ارسله بالهدیٰ ودین الحق، بشیراً ونذیراً، وداعیا الی اللّٰه باذنه وسراجاً منیرا، وعلی آله وصحبه، ومن تبعهم باحسان ودعا بدعوتهم وسلک سبیلهم الی یوم الدین. وبعد:

۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے کہ کراچی ایئرپورٹ پر ایک عرب اسلامی ملک کے وزیر اوقاف سے میری ملاقات ہوئی۔ وہ پاکستان کی وزارتِ اوقاف کی جانب سے منعقدہ سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے اسلام آباد جارہے تھے۔ وزیر موصوف کے ساتھ دینی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ حسن اتفاق کہیئے کہ اسلام آباد جانے والی فلائٹ لیٹ ہوگئی تو ہماری ملاقات کی نشست بھی لمبی ہوگئی۔ یوں وزیر موصوف مجھ سے کافی مانوس ہوگئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ: کیا آپ مجھے تبلیغی جماعت جس کا مرکز ہندوستان اور پاکستان میں ہے۔ اس کے لائحہ عمل کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرسکتے ہیں؟ اور انہوں نے مجھ سے فرمائش بھی کی کہ میں جماعت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے اپنے ملک میں ہونے والی ایک اسلامی کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دے دی جو ایک ماہ بعد ہونے والی تھی۔ میں نے ان کی دعوت قبول کرلی اور کہا کہ جب میں کانفرنس میں شرکت کے لئے آؤں گا تو ان شاءاللہ! آپ کو مطلوبہ معلومات پیش کردوں گا۔

اس کے بعد میں نے کراچی جماعت کے بعض ذمہ دار حضرات سے رابطہ کیا کہ اگر جماعت سے متعلق عربی میں لکھی ہوئی کچھ معلومات ہوں تو وہ میں ساتھ لیتا جاؤں اور عرب حضرات کو پیش کروں۔ مگر جماعت کے ذمہ دار حضرات نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کیونکہ جماعت کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے زیادہ تر اردو میں ہے۔ جب میری روانگی میں صرف دو تین دن باقی رہ گئے تو ہمارے محلہ علامہ بنوری ٹاؤن کی جماعت کے امیر بھائی نذیر صاحب میرے پاس تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت جی سابق امیر کے ایک مفصل مکتوب کی فوٹو کاپی لائے جو انہوں نے ایک ایسی جماعت کو لکھا تھا جو اللہ کی راہ میں دعوت کے لئے نکلی ہوئی تھی۔

اس تفصیلی خط میں حضرت جیؒ نے جماعت کے لائحہ عمل اور چھ نمبروں کو نہایت شرح وبسط سے ذکر کیا تھا۔ جن کو جماعت نے اپنی دعوت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ الحمدللہ! اس تفصیلی خط کے ملنے سے مجھے خوشی ہوئی کہ میں وزیر موصوف سے کئے گئے وعدہ کا ایفاء کرسکوں گا۔ غالباً دوسرے دن میرا سفر تھا۔ لہٰذا میں نے جہاز میں بیٹھتے ہی اس تفصیلی خط کا عربی ترجمہ شروع کردیا۔ الحمدللہ! جہاز جوں ہی منزل مقصود پر پہنچا میں اس کا ترجمہ مکمل کرچکا تھا۔ چونکہ

وزیر موصوف نے جماعت کے بارے میں میری ذاتی رائے کا بھی مطالبہ کیا تھا۔ اس لئے میں نے اپنی معلومات، مشاہدات اور جماعت کے ذمہ دار حضرات کے بیانات کی روشنی میں اپنی رائے بھی لکھ دی۔ جب وزیر موصوف سے ملاقات ہوئی تو حسب وعدہ ان کو یہ معلومات پیش کر دیں۔ وزیر موصوف اس ایفائے عہد پر بہت خوش ہوئے اور شکریہ ادا کیا۔

تبلیغی جماعت کا مختصر تعارف

تقریباً ایک صدی قبل متحدہ ہندوستان کے ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے دیکھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی حالت افسوسناک حد تک ابتری کا شکار ہے۔ نیز انہوں نے دیکھا کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں مسلمان صرف اسلام کا نام تو جانتے ہیں مگر ان کو کلمہ اسلام: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ '' کا صحیح تلفظ تک بھی نہیں آتا۔ لہٰذا مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کو دکھ اور صدمہ ہوا اور سوچنے لگے کہ مسلمانوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے کس طرح کام شروع کیا جائے؟۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے حج کا سفر اختیار کیا۔ وہاں جا کر مشاعر حج اور حرمین شریفین میں مقدس مقامات پر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہے کہ: اے اللہ! میرے لئے عام مسلمانوں میں دعوت کا راستہ کھول دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس کے لئے ان کا سینہ کھول دیا گیا۔ چنانچہ آپ حج کے بعد ہندوستان واپس تشریف لائے اور ہندوستان کے دارالحکومت دہلی سے باہر بستی نظام الدین سے دعوت کا کام شروع کر دیا۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ شہر کے بازاروں، گاؤں اور قصبوں میں جاتے اور مسلمانوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے اور مساجد اور تعلیم کے حلقوں سے جڑنے کی ترغیب دیتے۔ تاکہ وہ اس طرح ایمان، نماز اور اسلام کے بنیادی مسائل سیکھیں اور ان بنیادی مسائل اور اسلامی آداب کو خود سیکھنے، عملی طور پر اپنانے اور دوسروں کو سکھانے کے لئے ان سے مطالبہ کرتے تھے کہ اپنے خرچ پر مہینہ میں تین دن، سال میں چالیس دن اور عمر بھر میں چار ماہ کے لئے اللہ کی راہ میں نکلیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کی مخلصانہ محنت میں برکت عطا فرمائی اور ان کے ارد گرد پاک سیرت اہل ایمان افراد کی ایسی جماعت جمع ہوگئی جن کا تعلق معاشرے کے ہر طبقہ سے تھا۔ اس میں تاجر، کاشتکار، سرکاری اور غیر سرکاری ملازم، اساتذہ، طلبہ اور مزدور وغیرہ سب ہی تھے۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے اس جماعت کے لئے کچھ قواعد و ضوابط وضع فرمائے جن میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

۱...... اپنے خرچ پر نکلنا۔ لہٰذا جو شخص بھی اللہ کی راہ میں نکلے وہ اپنی جیب سے خرچ کرے۔ کسی تنظیم کی طرف سے یا چندہ لے کر نہ جائے۔ اس لئے اگر کسی کو فرصت نہیں یا خرچ کی طاقت نہیں تو وہ اپنے محلہ کی مسجد میں اور مقامی طور پر کام کرتا رہے۔

۲...... سیاسی امور میں دخل اندازی سے دور رہے۔

۳...... اجتہادی، فروعی اور فقہی مسائل کو نہ چھیڑا جائے اور ہر شخص نے جو بھی فقہی مسلک اختیار کیا ہوا ہے۔ اسی پر عمل کرے یا اس مسلک پر جو اس ملک میں رائج ہو اور پوری توجہ اور اہتمام سے ایمان، اخلاص، نماز، علم، ذکر، مسلمان کے اکرام اور اس کے حقوق کا خیال رکھے۔ دعوت اور خروج فی سبیل اللہ میں مصروف رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کی محنت میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ جو دعوت ایک قریہ اور بستی سے شروع ہوئی تھی۔ وہ ترقی کرتے کرتے ایک عالمی اور بین الاقوامی دعوت بن گئی۔ اس جماعت کے بارے میں یہ میری معلومات ہیں۔ ولا ازکی علی اللہ احداً۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں میری رائے

میں سمجھتا ہوں کہ اس جماعت کا کسی ملک میں جانا۔ وہاں کے عوام اور وہاں کی حکومت دونوں کے لئے باعث رحمت ہے۔ کیونکہ یہ جماعت ایک عام فرد اور شہری کی اصلاح پر محنت کرتی ہے۔ تاکہ وہ ایک ایسا اچھا شہری بن جائے جو اپنے خالق کا وفادار، اپنے وطن اور اہل وطن کا خیر خواہ ہو۔ وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے وطن اور اہل وطن کو نقصان پہنچے۔ وہ چوری نہ کرے، کسی کو ناحق قتل نہ کرے، کسی کا مال نہ لوٹے، کسی کی عزت پر حملہ نہ کرے، جھوٹ نہ بولے اور نہ کسی کو دھوکا دے۔ بلکہ وہ دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو حکومت اور عوام دونوں کے حق میں مفید ہیں۔ حکومتیں عام طور پر اسلامی ہوں یا غیر اسلامی۔ اپنی بگڑی ہوئی عوام سے نالاں ہوتی ہیں اور دہشت گردوں، چوروں، ڈاکوؤں اور منشیات اور منکرات کے استعمال کرنے والوں کا شکوہ کرتی ہیں اور ان جرائم کو روکنے کے لئے قوانین اور سزائیں وضع کرتی ہیں۔ لیکن ان سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن تبلیغی جماعت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ تعلیم وتربیت کے ذریعہ نوجوانوں کے نفوس میں ایسا ملکہ اور ایسی اخلاقی قوت پیدا کر دے جو انہیں ان جرائم کے ارتکاب سے روکے اور ان جرائم سے دلوں میں نفرت پیدا کر دے اور انہیں ایسی صفات اور اعلیٰ اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتی ہے جن سے عوام اور حکومت دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَةُ؟ قُلْنَا: لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِکِتَابِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ''(مشکوٰۃ ص:۴۲۳)

ترجمہ: ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا: کس کے لئے؟ یا رسول اللہ! فرمایا: اللہ کے لئے۔ اس کے رسول کے لئے۔ اس کی کتاب کے لئے اور مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔''

یقینی بات ہے کہ جب فرد کی اصلاح ہوگی تو اس سے پورے معاشرہ کی اصلاح ہوگی۔ ملک میں امن وامان کی فضاء پیدا ہوگی۔ روحانی واخلاقی قدریں عام ہوں گی اور لوگ امن وامان کی زندگی بسر کریں گے۔ دیکھا جائے تو عموماً حکومتیں دو باتوں سے گھبراتی ہیں:

۱...... ایک یہ کہ باہر سے کوئی اجنبی آئے اور آکر ملک کی سیاست میں دخل اندازی کرے۔

۲...... دوسرا یہ کہ کوئی اجنبی باہر سے آکر عوام الناس میں اختلاف پیدا کرے۔

ان دونوں باتوں میں حکومت کو اس جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ سیاست میں دخل

نہیں دیتی اور نہ ہی وہ عوام میں اختلاف پیدا کرتی ہے۔تبلیغی جماعت کا پاکستان اور ہندوستان میں مرکز ہے۔جہاں اسے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ سیاست میں حصہ لے۔لیکن اس نے رضا کارانہ طور پر اپنا یہ حق چھوڑ رکھا ہے۔ لہٰذا جو جماعت اپنے ملک میں اپنا سیاسی حق استعمال نہیں کرتی۔وہ دوسرے ملک میں کیسے سیاست میں حصہ لے گی۔ جہاں اسے اس کا حق ہی حاصل نہیں؟۔لہٰذا کسی ملک کی حکومت کو اس جماعت سے کوئی سیاسی خطرہ نہیں۔

باقی رہا یہ کہ عوام میں اختلاف پیدا کرنا اور ان کی صفوں میں پھوٹ ڈالنا۔تو اس اعتبار سے بھی جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔کیونکہ تبلیغی جماعت کا محور ہی دین کی بنیادی باتیں اور ایسے امور ہیں جن پر پوری امت کا اتفاق ہے۔وہ فروعی اور اجتہادی مسائل کو نہیں چھیڑتی جس سے اختلاف پیدا ہونے کا امکان ہے۔بطور مثال! ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت ایک مسلمان کو نماز کی دعوت دیتی ہے۔جو کہ دین کا ایک بنیادی ستون ہے اور جس کی فرضیت میں کسی کا اختلاف نہیں۔نیز وہ مسلمان کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنا تعلق مسجد سے جوڑے۔ اس میں بھی کسی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں۔اب اگر کوئی مسلمان نوجوان ان کی بات مان لیتا ہے اور مسجد سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے اور نمازوں کی پابندی شروع کر دیتا ہے تو الحمدللہ! مقصد حاصل ہوگیا۔اب تبلیغی جماعت کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ نوجوان اپنی نماز فقہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ میں سے کس کے مطابق ادا کرتا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے بھی کسی حکومت کو فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ بہت سی اسلامی اور غیر اسلامی حکومتیں جنہوں نے اس جماعت اور اس کی دعوت کی حقیقت کو جان لیا ہے۔انہوں نے اس کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دیئے ہیں اور وہ اس کے لئے سہولتیں مہیا کرتی ہیں۔نیز ان کی عوام بھی اپنے ملک میں اس کا استقبال کرتی ہے اور اسے دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ جاری ہے

قادیانی اسلام کا ٹائٹل استعمال کر کے دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے رہنماؤں مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا جمیل الرحمن اختر، قاری علیم الدین شاکر، مولانا سید ضیاء الحسن شاہ، مبلغ مولانا عبدالنعیم نے جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکمران قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹائیں اور آئین وقانون کے مطابق ان سے سلوک کو اپنی ترجیحات میں شامل کریں۔انہوں نے کہا کہ جب قادیانی خود کو امت مسلمہ سے ازخود الگ کر چکے ہیں تو پھر اسلام کا ٹائٹل استعمال کر کے عالم اسلام سمیت پوری دنیا کو دھوکہ دینا چھوڑ دیں۔انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنی اگلی نسلوں تک دینی علم کا پہنچانے کے لیے اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اجاگر کرنے کا اہتمام کریں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں نے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کا جنازہ نہ پڑھ کر ثابت کر دیا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملک بھر میں امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کرائیں۔عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور محاسبہ قادیانیت ہمارا مرکزی منشور ہے جو ہر قیمت پر جاری رکھا جائے گا۔تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت یہ ہمارا آئینی اور قانونی حق ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک عظیم فیصلہ

عبدالمالک مجاہد

اس واقعے کو شام کے مشہور مؤلف اور مصنف الشیخ علی الطنطاویؒ کی کتاب ''قصص من التاریخ'' سے اختصار اور معمولی تصرف کے بعد لیا گیا ہے۔ سمرقند کی ایک گہری سرد رات میں ایک شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا ہے۔ اس کا رخ شاہی محل کی طرف ہے۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اندھیرے میں راستہ تلاش کرتا بالآخر محل کے قریب جا پہنچتا ہے۔ اس کے ایک جانب معبد ہے۔ اس کے دروازے پر ایک بہت بھاری پتھر رکھا ہوا ہے۔ جس پر مورتیاں کھدی ہوئی ہیں۔ اس پر رعب طاری ہے۔ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ معبد میں داخل ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے اس کو کبھی یہ موقع میسر نہیں آیا۔

یہ بھاری بھر کم نوجوان بزدل نہیں بلکہ نہایت بہادر شخص ہے۔ اس کا قد خاصا لمبا ہے۔ نہایت ذہین وفطین ہے۔ سوچ اور فکر بلند ہے۔ وہ نہایت مدبر ہے۔ مقامی زبان تو اس کی مادری ہے۔ مگر اس میں ایک نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ اس کو عربی زبان پر عبور حاصل ہے اور وہ فرفر عربی زبان بولتا ہے۔ اسے معبد کے سب سے بڑے عہدیدار نے ملاقات کے لئے بلوا رکھا ہے۔ اس ملاقات کے شوق اور خوف نے اسے ایک عجیب کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کا جسم کانپ رہا ہے۔ اس معبد میں بہت کم لوگ داخل ہو سکتے ہیں اور جو اس کے ذمہ داران ہیں۔ وہ بس ایک مرتبہ اندر داخل ہوتے ہیں اور پھر ساری زندگی ان کو سورج کی روشنی نصیب نہیں ہوتی۔

وہ دھیرے دھیرے آگے بڑھتا گیا۔ اس کے لئے دروازہ کھول دیا گیا۔ اگلے کمرے کے وسط میں اس نے ایک عظیم الجثہ شخص کو دیکھا۔ اس کی سفید لمبی داڑھی تھی۔ اس نے اس کو اس کے نام سے پکارا اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ معبد کا چوکیدار ہے۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ کئی غلام گردشوں سے گزرنے کے بعد کاہنوں کے سردار کے سامنے جا پہنچا۔ ان کو کسی نے نہیں دیکھا۔ وہ معبد سے نہیں نکلتے تھے۔ بہت کم لوگ ہی ان سے ملاقات کر پاتے۔ اس ملک کے حقیقی حکمران یہی کاہن تھے۔ کوئی بھی ان کی مخالفت کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ لوگوں میں یہ بات معروف تھی کہ ان کی حکم عدولی دراصل خداؤں کی نافرمانی کے مترادف ہے اور ایسے لوگ لعنت کے مستحق ہوں گے۔

اس نوجوان کی نگاہیں دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ کاہن ایک صف میں کھڑے تھے۔ اس نے بڑے کاہن کی طرف اپنے کان لگا دیئے جو آہستہ آہستہ گفتگو کر رہا تھا۔ پہلے تو اسے کچھ سمجھ نہ آئی۔ مگر بتدریج اس کو مفہوم سمجھ آنے لگا کہ وہ سمرقند کی تاریخ اور اس کا ماضی بیان کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ کس طرح مسلمانوں نے اس ملک پر قبضہ کر لیا ہے۔ ہم نے اس قبضے کے خلاف کتنی ہی ناکام کوششیں کیں۔ مگر ان کا اقتدار بتدریج پکا ہوتا جا رہا ہے۔ اب ہم ترپ کا پتہ پھینکنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ ہم نے سنا ہے کہ اس قوم کا بادشاہ

نہایت عادل شخص ہے۔ وہ دمشق میں رہتا ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے پاس اپنا ایلچی بھیجا جائے جس کے ہاتھ ہم اپنی شکایت ارسال کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس بارے میں کیا کرتے ہیں۔ چونکہ تم عربی زبان سے واقف ہو۔ لہٰذا ہم نے تمہیں منتخب کیا ہے۔ تم نہایت ذہین اور دلیر بھی ہو۔ گفتگو کا فن جانتے ہو۔ کیا تم اس کام کے لئے آمادہ ہو؟ نوجوان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بڑا کاہن کہنے لگا کہ پھر فوری طور پر اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں زادراہ وافر مہیا کر دیا جائے گا۔

نوجوان وہاں سے نکلا تو خوشی اور مسرت اس کے چہرے پر عیاں تھی۔ آج سب سے بڑے کاہن نے مجھے شرف باریابی بخشا ہے۔ مجھے ایک عظیم مشن کے لئے منتخب کیا ہے۔ اب وقت ہے کہ میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر سکوں۔ سمرقند کو آزادی دلانے میں میرا بھی حصہ ہوگا۔ وہ گھر واپس آیا اور سفر کی تیاری کرنے لگا۔ معبد کی طرف سے اس کو زادراہ وافر مقدار میں مہیا کر دیا گیا۔ اس کا تیز رفتار گھوڑا اس کے ہمراہ تھا۔ وہ اس پر سوار ہوا۔ اس کا رخ بخارا کی طرف تھا۔ وہ مہینوں کا سفر ہفتوں میں طے کرتا حلب پہنچ گیا۔ دمشق اس کی آخری منزل تھی جواب بالکل قریب تھی اور وہ دن بھی آیا جب وہ دمشق میں داخل ہو رہا تھا۔ دمشق جو مسلمانوں کا دارالخلافہ تھا۔ ان کی عظمت کا نشان۔ بہت بڑا شہر۔ نہایت صاف ستھرا۔ تہذیب یافتہ تھا۔ اسے یہ سمرقند سے کہیں بڑا نظر آیا۔ وہ ایک سرائے میں اترا اور اس کے مالک سے پوچھا کہ امیرالمؤمنین سے ملنے کا کیا طریقہ ہے۔ سرائے کے مالک نے کہا کہ ہمارے امیرالمومنین سے ملنا نہایت آسان ہے۔ تم مسجد اموی کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں کسی بھی شخص سے ان کے گھر کا راستہ پوچھ لینا۔ وہاں کوئی پہرے دار نہیں ہے۔ نہ ملاقات پر کوئی پابندی ہے۔ وہ مسجد اموی میں داخل ہوا۔ ایسی خوبصورت عمارت اس نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ یہی شاہی محل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک شخص سے پوچھ ہی لیا۔ اس کے لہجے اور شکل سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس شہر میں اجنبی ہے۔ اس شخص نے کہا:

کیا تم قصر خلافت کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟ مگر کیا یہ قصر خلافت نہیں ہے؟۔ اس نے تعجب سے پوچھا۔ اس شخص نے مسکراہٹ بھرے لہجے میں کہا: نہیں اجنبی دوست۔ یہ تو اللہ کا گھر ہے۔ یہ مسجد ہے۔ کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟۔

نماز...... میں کیسے نماز ادا کر سکتا ہوں؟ میں تو سمرقند کے کاہنوں کے دین پر ہوں۔ اس دین کو کاہنوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور وہ اسرار سے بھرا ہوا ہے۔ آدمی نے سمرقندی سے دوبارہ سوال کیا تو اس نے کہا کہ میں نماز کیسے پڑھوں؟ مجھے نماز کا طریقہ ہی معلوم نہیں۔ اس نے پوچھا: تمہارا دین کیا ہے؟۔ کہنے لگا: میں سمرقند کے کاہنوں کے دین پر ہوں۔

سوال ہوا: ان کا دین کیا ہے؟

جواب ملا: مجھے معلوم نہیں۔

سوال: پھر تمہارا رب کون ہے؟

اس نے جواب دیا: معبد کا خدا۔

اب اس نے اگلا سوال کیا: اگر تم اس سے مانگو تو کیا تمہیں عطاء کرتا ہے اور اگر تم بیمار ہو تو تمہیں شفا دیتا ہے؟
کہنے لگا: مجھے معلوم نہیں۔ اس شخص نے موقع غنیمت جانا کہ ایک شخص شکل وصورت سے ذہین وفطین ہے۔ اجنبی ہے۔ اس کا کوئی دین اور مذہب نہیں۔ اس کو دین کے اصول بتائے جائیں۔ چنانچہ اس نے اسلام کی خوبیاں بیان کیں اور پھر چند لمحوں کی بات تھی۔ اس سمرقندی کے دل کا غبار چھٹ گیا اور اس نے کلمہ توحید پڑھ لیا اور دین اسلام میں داخل ہوگیا۔
اب اس شخص نے اپنے اس نومسلم بھائی سے کہا: چلو ہم امیرالمؤمنین سے ملنے کے لئے چلتے ہیں۔ ہر چند کہ یہ وقت انہوں نے گھر والوں کے لئے مختص کیا ہوا ہے۔ پھر بھی وہ بڑے متواضع ہیں۔ مسجد سے نکل کر وہ گلی میں آئے۔ نہایت ہی سادہ سے دروازے کی طرف اشارہ کر کے اس نے بتایا کہ یہ امیرالمؤمنین کا گھر ہے۔ اس کو تعجب ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ بڑا عالی شان محل ہوگا۔ مگر یہ تو معمولی گھر ہے۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کا حال پوچھا اور آنے کا مقصد معلوم کیا۔ بتاؤ! کیا مسئلہ ہے؟۔ اس نے عظیم سپہ سالار قتیبہ بن مسلمؒ کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ ہمارے ملک پر مسلمانوں نے قبضہ کیا ہے۔ یہ دھوکے سے قبضہ ہوا ہے۔ نہ تو اعلان جنگ ہوا اور نہ ہمیں اسلام کی دعوت دی گئی۔ ہمارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمانے لگے: اللہ کے نبی نے ہمیں ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ہمیں عدل وانصاف کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ آواز دی: اے غلام! کاغذ اور قلم لایا جائے۔ غلام کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لے کر حاضر ہوگیا۔ اس پر دو سطریں لکھیں۔ اس پر مہر لگائی۔ پھر اس کو سربمہر کر کے سمرقندی سے کہا کہ اسے اپنے شہر کے حاکم کے پاس لے جاؤ۔
سمرقندی واپس ہوا۔ اب اس کا سینہ توحید کے نور سے بھرا ہوا تھا۔ جہاں جاتا وہاں سیدھا مسجد میں داخل ہوتا۔ نماز پڑھتا اور اپنے مسلمان بھائیوں سے ملاقات کر کے اپنی منزل کو روانہ ہو جاتا۔ سفر کی ایک عجیب لذت تھی۔ اب اس کے لئے کوئی شخص اجنبی تھا۔ نہ وہ دوسروں کے لئے اجنبی۔ وہ جس مسجد میں نماز ادا کرتا۔ لوگ اس کی طرف دیکھتے۔ اس کی شکل وشباہت سے پتہ چل جاتا کہ وہ مسافر ہے۔ اس علاقے کا رہنے والا نہیں ہے اور پھر نمازیوں میں اس کی مہمان نوازی کے لئے بازی لے جانے کی کوشش ہوتی۔ ہر کوئی اسے اپنے گھر میں لے جانے اور اس کی ضیافت کرنے کے لئے اصرار کرتا۔ اب اس کو مسجد کی اہمیت اور اس دین حنیف کی بے شمار خوبیوں کا ادراک ہو چلا تھا۔ پھر ایک دن آیا جب وہ سمرقند میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ سیدھا معبد کی طرف گیا۔ اس نے کاہنوں کو رپورٹ دینی تھی۔ ان کو خلیفۃ المسلمین کے جواب سے مطلع کرنا تھا۔ وہ معبد میں داخل ہوا۔ اب وہ اس کی تاریک گلیوں اور غلام گردشوں سے خائف نہیں تھا۔
پتھروں سے بنے ہوئے بت جو کبھی اس کے لئے معما سے کم نہ تھے۔ اب ان کی حقیقت سے واقف ہو گیا تھا۔ یہ بت تو ہاتھوں کے بنائے ہوئے تھے۔ کسی کاریگر کے ہاتھوں کا کمال۔ نہ نفع ونقصان کے مالک اور نہ اپنے آپ کو کلہاڑے کی ضرب سے بچا سکنے والے۔ وہ ان پر ایک حقارت کی نظر ڈالتا ہوا بڑے دروازے پر جا پہنچا۔

دربان اس کو خوب پہچانتا تھا اور پھر اس کے لئے دروازے کھلتے چلے گئے۔ وہ چند منٹوں کے بعد بڑے کاہن کے سامنے کھڑا تھا۔ کاہن کو اسے دیکھ کر اعتبار نہ آیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کو قتل کر دیا گیا ہوگا۔ مگر ان کا ایلچی ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے ان کے سامنے تفصیل سے سفر کے حالات بیان کئے۔ کیسے گیا۔ کہاں کہاں سے گزرا۔ اپنا اسلام لانے کا واقعہ وہ جان بوجھ کر گول کر گیا۔ خلیفہ سے ملاقات اور حکم نامہ حاصل کرنے تک ایک ایک بات ان کے گوش گزار کی گئی۔ کاہنوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ بشاشت ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ ہماری آزادی کا وقت آ گیا ہے۔ خلیفہ کی طرف سے واضح حکم ہے کہ قاضی کے سامنے اس مقدمے کو پیش کیا جائے۔ کاہنوں کو مکمل آزادی ہوگی کہ وہ اپنے دلائل دیں۔ مدعا علیہ قتیبہ بھی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہوگا اور پھر قاضی جو فیصلہ دے اس کو نافذ کیا جائے۔

پھر وہ دن آ گیا جس کا اہل سمرقند کو انتظار تھا۔ بے شمار لوگ اس تاریخی مقدمے کی کارروائی سننے کے لئے چلے آئے۔ عدالت مسجد میں لگی ہوئی ہے۔ وہ کاہن جن کو کبھی کسی شخص نے نہ دیکھا تھا۔ مقدمے کی پیروی کے لئے حاضر ہیں۔ مسلمانوں کا سپہ سالار، امیر اور فاتح قتیبہ بھی حاضر ہے۔ سب کے سب قاضی کے منتظر ہیں۔

کاہن کس بات کی امید اور مقدمہ لے آئے ہیں؟ ذرا غور کیجئے۔ یہ کہ ایک فاتح قوم مفتوح علاقوں سے نکل جائے۔ مقدمہ جس شخصیت پر دائر کیا گیا ہے۔ وہ عظیم قائد اور سپہ سالار ہے۔ نگاہیں مسجد کے دروازے کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ کب قاضی داخل ہوتا ہے۔ حاضرین کو بہت زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ ایک چھوٹے قد اور نحیف جسم والا شخص، معمولی لباس پہنے، سر پر عمامہ رکھے ہوئے دروازے سے داخل ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے اس کا غلام ہے۔ لوگوں میں سناٹا چھا گیا ہے۔ بعض نے اپنی انگلیاں منہ میں دبالی ہیں۔ اچھا یہ ہے مسلمانوں کا قاضی۔ یہ خلیفہ اور سپہ سالار قتیبہ بن مسلمؒ کے خلاف فیصلہ دے گا۔

قاضی مسجد کے ایک کونے میں اپنی نشست سنبھالتا ہے۔ اس کا غلام اس کے سر پر کھڑا ہے۔ بغیر کسی لقب کے امیر کا نام لے کر اسے بلایا جا رہا ہے کہ وہ عدالت کے سامنے حاضر ہو۔ امیر شہر حاضر ہوا۔ عدالت نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اب غلام کاہنوں کے سردار کو بلوا رہا ہے جو امیر کے ایک طرف بیٹھ گیا ہے اور اب عدالت کی کارروائی شروع ہوتی ہے۔ قاضی اپنی نہایت پست آواز میں کاہن سے مخاطب ہے۔ بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: ’’ان القائد المجیل قتیبة بن مسلم قد دخل بلدنا غدرًا من غیر منابذة ولا دعوة الی الاسلام‘‘ قائد عصر قتیبہ بن مسلم ہمارے ملک میں دھوکے سے داخل ہوئے۔ اعلان جنگ نہیں کیا اور ہمیں اسلام کی دعوت بھی نہیں دی گئی۔

قاضی نے اب امیر کی طرف دیکھا کہ تم کیا کہتے ہو؟ اس نے قاضی کو دیکھا اور گویا ہوا: ’’ان الحرب خدعة وھذا بلد عظیم قد انقذہ اللہ بنا من الکفر واورثه المسلمین‘‘ لڑائی تو دھوکا ہوتی ہے۔ یہ ملک بہت بڑا ملک ہے۔ اس کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری وجہ سے کفر و شرک سے محفوظ فرمایا ہے اور اسے مسلمانوں کی ملکیت اور وراثت میں دے دیا ہے۔

قاضی: کیا تم نے حملے سے پہلے اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت دی تھی یا جزیہ دینے پر آمادہ کیا تھا یا دونوں صورتوں میں انکار پر لڑائی کی دعوت دی تھی۔

سپہ سالار: نہیں ایسا تو نہیں ہوا۔ ''انک قد اقررت'' تو گویا آپ نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا۔

اب آگے قاضی کے الفاظ پر غور کریں: ''وان اللہ ما نصر ھذہ الامۃ الا باتباع الدین واجتناب الغدر'' اللہ رب العزت نے اس امت کی مدد اس لئے کی ہے کہ اس نے دین کی اتباع کی اور دھوکا دہی سے اجتناب کیا۔ ''وانا واللہ ما خرجنا من بیوتنا الا جھادا فی سبیل اللہ وما خرجنا لنملک الارض'' اللہ کی قسم! ہم اپنے گھروں سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے ہیں۔ ہمارا مقصود زمین پر قبضہ جمانا نہیں ہے۔ ''ولا لنعلو فیھا بغیر الحق، حکمت بان یخرج المسلمون من البلد'' اور نہ حق کے بغیر وہاں حکومت کرنا ہمارا مقصد ہے۔ میں فیصلہ دیتا ہوں کہ مسلمان اس شہر سے نکل جائیں۔ ''ویردوہ الی اھلہ ثم یدعوھم وینا بذوھم ویعلنوا الحرب علیھم'' اور شہر اس کے اصل باشندوں کو واپس کریں۔ پھر ان کو دعوت دین دیں۔ جنگ کا چیلنج دیں اور ان سے لڑائی کا اعلان کریں۔

اہل سمرقند اور کاہنوں نے اس فیصلے کو سنا۔ ان کے کانوں اور آنکھوں نے جو سنا اور دیکھا اس پر یقین نہیں آرہا تھا۔ انہوں نے سوچا ہم کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہے۔ قاضی نے حکومت کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ بہت سوں کو تو پتہ ہی نہ چلا کہ عدالت برخاست ہوچکی ہے اور قاضی اور امیر روانہ بھی ہوچکے ہیں۔

ہمارا سمرقندی (مسلم) سفیر بڑی حیرت سے بڑے کاہن کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کے چہرے کے تاثرات کو خوب غور سے دیکھتا ہے۔ چہرے کے رنگ بدل رہے ہیں۔ وہ گہری سوچ میں مبتلا ہے۔ بڑے کاہن نے اپنے دماغ پر زور دینا شروع کیا ہے۔ اس کی آنکھیں بند ہوگئی ہیں۔ اس نے اپنی سابقہ زندگی پر غور کرنا شروع کیا ہے۔ اپنے عقیدے اور منہج کے بارے میں سوچتا ہے۔ کتنا عجیب وغریب عقیدہ ہے۔ اس کا دائرہ کتنا مختصر اور چھوٹا ہے جو صرف کاہنوں کے درمیان گھومتا ہے؟ اور اب اس کا ذہن دین اسلام کے حوالے سے سوچ رہا ہے۔ اس کا دائرہ کتنا وسیع اور بڑا ہے۔ خیر سے بھرپور۔ عدل وانصاف کرنے والا دین۔ جس کی بلندیوں کو سورج کی شعاعیں اور چاند کی روشنی بھی چھونے سے قاصر ہیں۔ وہ آنکھیں بند کر کے کتنی ہی دیر بیٹھا سوچتا رہتا ہے۔ اس کا ذہن اور فکر مسلسل بدل رہا ہے۔ میں کب تک اندھیروں میں رہوں گا؟۔ روشنی تو بڑی واضح ہے۔ یقیناً اسلام عدل وانصاف کا دین ہے۔ اس میں چھوٹا بڑا سب برابر ہیں۔ آج عدالت میں سب لوگوں نے دیکھا کہ قاضی کے سامنے حاکم کس طرح سرنگوں ہوکر بیٹھا تھا۔ کیا ہمارا بادشاہ اس طرح عدالت کے سامنے پیش ہوسکتا ہے؟ وہ ابھی اسی غور وفکر میں تھا کہ اسے گھوڑوں کے چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ لوگ بازاروں سے گزر رہے تھے۔ شور برپا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ آوازوں کی طرف کان لگائے اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے۔

اسے بتایا گیا کہ قاضی کے فیصلے پر عمل درآمد شروع ہوچکا ہے اور فوجیں واپس جارہی ہیں۔ ہاں! وہ عظیم

افواج جن کے سامنے یثرب سے لے کر سمرقند تک کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی۔ جنھوں نے قیصر وکسریٰ اور خاقان کی قوتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ جو طاقت بھی مسلمانوں کے راستے میں آئی۔ اسے وہ خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے گئے۔ مگر آج اسلامی فوج ایک کمزور سے، نحیف ونزار جسم کے مالک قاضی کے فیصلے کے سامنے دست بردار ہوگئی ہے۔ آج صبح کی بات ہے کہ ایک شخص جس کے ساتھ صرف ایک غلام تھا۔ اس نے مقدمے کی سماعت کی۔ چند منٹوں کی سماعت، عدالت میں دوطرفہ بیانات سنے۔ سپہ سالار کا اقرار اور پھر دو تین فقروں پر مشتمل فیصلہ۔ مسلمانوں کے امیر کو عدالت نے شہر خالی کرنے کا حکم دے دیا۔ عدالت کے حکم کے مطابق وہ باقاعدہ چیلنج دیں گے اور پھر دوبارہ لڑائی کریں گے۔

کاہن اپنے ساتھیوں کی باتیں سنتا جا رہا ہے اور پھر اس نے اپنے آپ سے سوال کیا: کیا اہل سمرقند اس سیل رواں کے سامنے ڈٹ سکیں گے؟۔ کیا ان کے پاس مقابلے کی قوت ہے؟۔ دنیا کے تمام ممالک ان کے سامنے جھک گئے۔ کیا ہمارا دین باطل اس حق کے سامنے ٹھہر سکے گا؟۔ کیا وہ نور اسلام کا مقابلہ کر پائے گا؟۔

نہیں! ہرگز نہیں۔ رب کا فیصلہ آچکا ہے کہ ظلم وستم کی رات کو ختم ہونا ہے۔ دنیا پر نئی فجر طلوع ہو رہی ہے۔ اس نور کے مقابلے میں کوئی بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے؟۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟۔ کیا ہم ان کا مقابلہ کر سکیں گے؟۔ ارے جواب کیوں نہیں دیتے؟۔ اس نے انہیں پکارا۔ سمرقندی مسلم ایلچی زور سے کہنے لگا۔ ساتھیو! میرا فیصلہ اور مشورہ سنو۔ کان اس کی طرف لگ گئے۔ اس نے کہا: ''فلقد شهدت انه لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله ''میں گواہی دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اب بڑے کاہن کی یہ کہنے کی باری تھی اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

پھر چشم فلک نے دیکھا کہ سمرقند کی گلیاں اور چوک اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہے ہیں۔ لوگ جوق درجوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لی ہیں۔ اس ملک سے واپس مت جائیں۔ ہمیں اسلامی عدل وانصاف کی ضرورت ہے۔ ہم نے اپنوں کا راج دیکھا۔ ان کے ظلم وستم سے ہم خوب واقف ہیں۔ آپ سب لوٹ آئیں۔ ہم نے بھی تمہارے دین کو قبول کر لیا ہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ مسلمان فوج واپس ایک مفتوح شہر میں داخل ہو رہی ہے۔

''لم يبق حاكم ولا محكوم ولا غالب ولا مغلوب صار الجميع اخوانا فى الله ''کوئی حاکم ومحکوم باقی نہیں رہا۔ کوئی غالب اور مغلوب نہیں رہا۔ تمام کے تمام اسلامی بھائی بن گئے ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں۔ کوئی طاقتور کمزور پر بھاری نہیں۔

ہاں! فرق کرنے والی چیز صرف تقویٰ ہے۔ اس طرح سمرقند کی سرزمین میں اسلام کی دولت داخل ہوگئی اور پھر اس میں سے کبھی یہ دولت نہیں نکل سکی۔ (مرسلہ: مولانا عزیز الرحمٰن ثانی)

الجمعیۃ دہلی تاریخ کے تناظر میں

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

ہندوستانی مسلمانوں کی مایہ ناز تنظیم ''جمعیۃ علماء ہند دہلی'' نے اپنے ترجمان کے طور پر سب سے پہلے سہ روزہ ''الجمعیۃ'' جاری کیا جس نے ملک وملت کی سیاسی وسماجی خدمات میں نمایاں کردارادا کیا ہے۔اس کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ روز اوّل سے ہی اس کو صحیح الفکر، محب وطن اور روشن ضمیر علماء دین کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ شاہجہان پوریؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عبدالحق مدنیؒ، حضرت مولانا محمد میاں دیوبندیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ، حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب دیوبندیؒ وغیرہ اساطین امت، ان قائدین ملت میں سے ہیں جن کی فہم وفراست پر ہندوستان مسلمانوں کا بھرپور اعتماد رہا ہے۔

تحریر وقلم کا پاکیزہ ذوق رکھنے والی جن نامور ہستیوں نے ایک مدت تک اپنے علم وقلم کی پونجی کو روزنامہ الجمعیۃ کے لئے وقف کئے رکھا۔ ان میں سرفہرست ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا ابوالعرفان، مولانا محمد عثمان فارقلیط، مولانا وحیدالدین خاں، مولانا عبدالوحید صدیقی، نازانصاری جیسے افراد شامل ہیں۔

سہ روزہ اور روزنامہ الجمعیۃ

سہ روزہ الجمعیۃ دہلی کا اجراء ۱۹۲۵ء میں عمل میں آیا۔اس وقت تنظیم جمعیۃ علماء ہند کے صدر ملک کے مشہور فقیہ جناب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تھے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد الجمعیۃ کی مقبولیت نے اس کو سہ روزہ سے مقبول ترین روزنامے میں تبدیل کر دیا۔ ابھی وہ دن بہت دور نہیں گئے کہ نہار منہ اٹھنے کے بعد لوگ چائے سے پہلے الجمعیۃ کو ڈھونڈا کرتے تھے۔اس کے علمی ضمیمے دانشوران ملک وملت کے نزدیک بے حد پسند کئے گئے۔ الجمعیۃ کے عید نمبر، رمضان نمبر، حج نمبر وغیرہ ان تحقیقی مضامین پر مشتمل ہوتے جو خاص وعام اردو داں مسلمانوں کو بڑی بڑی کتابوں سے مستغنی کر دیا کرتے تھے۔اس کے اداریے اور خبروں کا استناد ماخذ ومرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ الجمعیۃ کا خصوصی نمبران مسائل پر شائع ہوتا تھا جو ملک وملت کے لئے درپیش مسائل میں گرہ کشائی کا کام کرتا تھا۔ الجمعیۃ کا شخصیات نمبر ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا۔ اس لئے کہ آئندہ نسلوں کے لئے وہ ایک آئینہ ہوتا۔لوگ اسے دیکھ کر نسل نو کے حال ومستقبل کو تابناک بنانے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرتے تھے۔

یوں تو اردو صحافت کی تاریخ میں نہ معلوم کتنے مذہبی یا سیاسی رسائل وجرائد ایسے ہیں جو اپنے اپنے وقت پر داد وتحسین حاصل کرتے ہوئے تاریخ کا حصہ بنے اور کچھ دنوں کے بعد صفحۂ ہستی سے غائب ہوگئے۔ان میں سے کتنے ایسے بھی ہیں جن کے صفحات دھواں بن کر اڑ گئے۔اب نمونے کا بھی کوئی ایک شمارہ دستیاب نہیں ہوتا۔صحافت کی تاریخ ان کا تذکرہ تو کرتی ہے لیکن ان کا وجود پیش کرنے سے قاصر ہو چکی ہے۔لیکن باذوق اہل نظر کی یہ تاریخ بھی

مسلم ہے کہ تاریخ کا حصہ بننے والے اخبارات ورسائل کو انہوں نے یکسر عدم کے منہ میں نہیں دھکیل دیا بلکہ وقت اور مال کی قربانیاں دے کر ان کی خوبیوں اور خرابیوں کو موضوع بحث بنایا اور ان کے مفید پہلوؤں پر آئندہ نسلوں کی تعمیر وترقی کا وہ تابندہ ودرخشندہ باب قائم کیا جس سے میدان صحافت کا کوئی بھی شہسوار نہ آج مستغنی ہے نہ آئندہ مستغنی ہوسکتا ہے۔ منصۂ شہود پر جلوہ بکھیرنے والے رسائل وجرائد کے معدوم ہونے میں صرف مرور ایام کو مورد الزام ٹھہرانا یقیناً ناانصافی ہوگی۔ بلاشبہ اس میں مرور ایام کے ساتھ ہماری بے توجہی، حفاظت میں کوتاہی کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔

ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی

ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' جناب مولانا محمد سالم جامعی صاحب کی زیرادارت دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی سے ۱۴۰۹ھ مطابق اگست ۱۹۸۸ء میں جاری ہوا۔ جو تاحال (دسمبر۲۰۱۳ء) مولانا موصوف ہی کی زیرادارت کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔

روز اوّل سے ہی ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی کا شمار برصغیر کے ان اخبارات میں ہوتا ہے جو صحافتی اصولوں کا مکمل لحاظ رکھتے ہوئے مذہب پسندی کے ساتھ ملک وملت کی مخلصانہ خدمت میں مصروف ہے۔ اس کا اپنا ایک مستقل نظریہ ہے جو مذہبی، سیاسی، سماجی وغیرہ ہمہ جہت میدانوں میں اعتدال پر مبنی اور ملک وملت کی کامرانی وفلاح کا ضامن ہے۔ سیاست کے نشیب وفراز میں ''چڑھتے سورج کو سلام'' کرنے کا مزاج اس اخبار کا کبھی نہیں رہا۔ سیاسی میدان میں اس نے ہمیشہ قوم کے سامنے وہ نظریہ پیش کیا جو ملک وملت کے مفاد میں ہوتا ہے۔ ماضی کی طرح مضامین اور خبروں میں سو فیصد صداقت اور پاکیزگی کی بنیاد پر آج بھی یہ اخبار ہندوستان کے علاوہ بے شمار ممالک میں اردو دانوں کے نزدیک مقبول ومن پسند ہے۔ اس کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ مسلک اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا مکمل اعتماد واعتبار اس اخبار کو اس طرح حاصل رہا ہے کہ گویا وہ اہل حق علماء دیوبند کا ترجمان ہے۔

روزنامہ الجمعیۃ، سہ روزہ الجمعیۃ یا ہفت روزہ الجمعیۃ کی ہمہ جہت افادیت کے تعلق سے ان کے اوراق پر گہری نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ اگر اس کا وجود باقی رہا تو اس کے تابناک ماضی سے آئندہ کی نسلیں بہت کچھ سبق حاصل کریں گی۔ ہندوستان کے بدلتے جغرافیے اور آئے دن حکمرانوں وحکومتوں کے بدلتے حالات کے تناظر میں اس کے بوسیدہ اور باسی اوراق میں سیاست دانوں کے لئے وہ قیمتی نصائح ہیں جو دنیا کا اور کوئی اخبار دے نہیں سکتا۔ مستقبل میں سماجی کارکنان کے لئے بھی اس کا ہر ہر ورق مینارۂ نور ثابت ہوگا۔ ہندوستانی مدارس ومساجد سے وابستہ مذہبی علماء کی بھی بہت سی گتھیاں اسی کے اوراق سے سلجھیں گی۔ اگر خدانخواستہ یہ اوراق معدوم ہوگئے تو اس کا کوئی بدل ہمارے پاس نہیں ہوگا۔ الجمعیۃ نے ملکی حالات کے جس پرآشوب دور میں اعتدال پسندی کے ساتھ ملک وملت کی رہنمائی کا بے باکانہ کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ ہند میں اپنی مثال آپ کا مصداق ہے۔ آخرالامر اس حقیقت سے تو کسی کو انکار ہی نہیں ہونا چاہئے کہ اب روزنامہ اور سہ روزہ الجمعیۃ کی طرح ہفت روزہ الجمعیۃ کی حیثیت بھی ایک قومی ورثے کی ہے، جس کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں کی بھی خواہ سرکاری یا غیرسرکاری تمام ہی ملی وملکی تنظیموں پر ہے۔ اگر اس کی حفاظت نہ کی گئی تو ہندوستانی مسلمانوں کا ناقابل تلافی خسارہ ہوگا۔

مرکز التراث الاسلامی دیو بند کی زیر نگرانی تحفظ ختم نبوت کے زاویے سے سہ روزہ اور روزنامہ الجمعیۃ کی جمع وترتیب پر کام ابھی جاری ہے۔ اس لئے ان سے متعلق ابھی لکھنا وکہنا مشکل ہے۔ البتہ کئی سال کی محنتوں کے بعد الحمدللہ ہفت روزہ الجمعیۃ پر کافی حد تک کام مکمل ہو چکا ہے۔ اس کا مختصر اشاریہ پیش خدمت ہے۔

ابتداء میں ہفت روزہ الجمعیۃ کی ضخامت صرف ۱۰ صفحات کی تھی۔ اس کے بعد قارئین کے شوق کو دیکھتے ہوئے ۲ صفحات کا اضافہ کیا گیا۔ بحمدللہ اس کی مقبولیت روز بروز بڑھتی رہی اور اب ۲۲؍نومبر ۲۰۰۲ء سے ۱۶ صفحات پر مسلسل شائع ہورہا ہے۔ اس کی ہر جلد ۵۲ شماروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کبھی تاریخوں کے فرق سے شماروں کی تعداد ۵۳ بھی ہو جاتی ہے۔ ۱۹۸۸ء سے ۲۰۱۳ء تک ۲۵ سال میں ۲۵ جلدیں کل منظر عام پر آ چکی ہیں جن میں دستیاب ۲۲ جلدوں کے کل (۱۲۷۰) بارہ سو ستر شمارے ہیں۔ ان میں سے اب تک ۱۹ شمارے غائب ہیں۔ تاہنوز دستیاب نہیں ہوئے ہیں۔

دستیاب ۲۵ جلدوں میں تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر مطلوبہ صفحات سات سو سولہ (۷۱۶) ہیں جو ایک سو سے زائد اہل علم کے قلم سے متنوع ومختلف مضامین پر مشتمل ہیں۔ بغیر کسی نام کے خود ادارے کی جانب سے جو خبریں شائع ہوئی ہیں وہ ان سے علیحدہ ہیں۔ کل خبروں اور مضامین کی تعداد تقریباً نو سو بہتر (۹۷۲) ہے جن کی فہرست لیگل سائز کے ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اس فہرست میں مضمون نگار کا نام، مضمون کی شہ سرخی اور جزوی طور پر مضمون سے متعلق کچھ اشاریہ، نیز یہ کہ مضمون کس صفحے پر اور کتنے صفحات پر مشتمل ہے وغیرہ تفصیلات درج ہیں۔

الحمدللہ! مرکز التراث الاسلامی دیو بند کی زیر نگرانی تحفظ ختم نبوت کے موضوع تمام خبروں اور مضامین کو ڈیجیٹل (Digital) کرلیا گیا ہے۔ امید ہے کہ انشاءاللہ بہت جلد ہی کوڈ نمبروں کے ذریعہ سے ان تمام خبروں اور مضامین کو اس طرح کمپیوٹرائز کر دیا جائے گا کہ جس سے کسی نام یا کسی مضمون یا کسی خبر تک پہنچنے اور پڑھنے میں آسانی پیدا ہو جائے، پھر اسی ترتیب پر آئندہ شماروں کو مسلسل کمپیوٹرائز کیا جاتا رہے گا۔ واللہ ھو الموفق وھو المعین!

دستیاب اور غائب جلدوں اور شماروں کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

جلد	سنہ ہجری	عیسوی	کیفیت	غائب شمارے
جلد۱	ہجری تاریخ درج نہیں	۱۲؍اگست ۱۹۸۸ء تا ۳۱؍دسمبر ۱۹۸۸ء	شمارہ ۱ تا ۲۱	۱
جلد۲	ہجری تاریخ درج نہیں	۶؍جنوری ۱۹۸۹ء تا ۲۹؍دسمبر ۱۹۸۹ء	شمارہ ۱ تا ۵۱	۳۶،۱۴،۸
جلد۳	پہلے شمارہ پر ہجری تاریخ درج نہیں تا ۱۹؍جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ	۵؍جنوری ۱۹۹۰ء تا ۲۸؍دسمبر ۱۹۹۰ء	شمارہ ۱ تا ۵۲	۲،۳،۲۰،۱۱ غائب
جلد۴	۱۹؍جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ تا ۲۰؍جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ	۴؍جنوری ۱۹۹۱ء تا ۲۷؍دسمبر ۱۹۹۱ء	شمارہ ۱ تا ۵۲	۳ تا ۷،۹،۱۱
جلد۵	۲۹؍جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ تا ۲۹؍جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ	۳؍جنوری ۱۹۹۲ء تا ۲۵؍دسمبر ۱۹۹۲ء	شمارہ ۱ تا ۵۲	صرف ۳۶ غائب
جلد۶	۶؍رجب ۱۴۱۳ھ تا ۹؍رجب ۱۴۱۴ھ	یکم جنوری ۱۹۹۳ء تا ۲۴؍دسمبر ۱۹۹۳ء	شمارہ ۱ تا ۵۲	۳۶
جلد۷	۱۹؍رجب ۱۴۱۴ھ تا ۱۹؍رجب ۱۴۱۵ھ	۳۱؍دسمبر ۱۹۹۳ء تا ۲۳؍دسمبر ۱۹۹۴ء	شمارہ ۱ تا ۵۲ مکمل	

جلد ۸	۳رشعبان۱۴۱۵ھ تا ۵رشعبان۱۴۱۶ھ	۶رجنوری۱۹۹۵ء تا ۲۹ردسمبر۱۹۹۵ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۹	۱۳رشعبان۱۴۱۶ھ تا ۱۵رشعبان۱۴۱۷ھ	۵رجنوری۱۹۹۶ء تا ۲۷ردسمبر۱۹۹۶ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۱۰	۲۲رشعبان۱۴۱۷ھ تا ۲۵رشعبان۱۴۱۸ھ	۳رجنوری۱۹۹۷ء تا ۲۶ردسمبر۱۹۹۷ء	شمارہ ۱تا۵۲	۱۳،۱۴
جلد ۱۱	۳ررمضان۱۴۱۸ھ تا ۵ررمضان۱۴۱۹ھ	۲رجنوری۱۹۹۸ء تا ۲۵ردسمبر۱۹۹۸ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۱۲	۱۲ررمضان۱۴۱۹ھ تا ۲۲ررمضان۱۴۲۰ھ	۸رجنوری۱۹۹۹ء تا ۳۱ردسمبر۱۹۹۹ء	شمارہ ۱تا۵۳ مکمل	
جلد ۱۳	۲۹ررمضان۱۴۲۰ھ تا ۲رشوال۱۴۲۱ھ	۷رجنوری۲۰۰۰ء تا ۲۹ردسمبر۲۰۰۰ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۱۴	۹رشوال۱۴۲۱ھ تا ۱۲رشوال۱۴۲۲ھ	۵رجنوری۲۰۰۱ء تا ۲۸ردسمبر۲۰۰۱ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۱۵	۱۹رشوال۱۴۲۲ھ تا ۲۲رشوال۱۴۲۳ھ	۴رجنوری۲۰۰۲ء تا ۲۷ردسمبر۲۰۰۲ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۱۶	۲۹رشوال۱۴۲۳ھ تا یکم ذیقعدہ۱۴۲۴ھ	۳رجنوری۲۰۰۳ء تا ۲۶ردسمبر۲۰۰۳ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۱۷	۹رذیقعدہ۱۴۲۴ھ تا ۱۸رذیقعدہ۱۴۲۵ھ	۲رجنوری۲۰۰۴ء تا ۳۱ردسمبر۲۰۰۴ء	شمارہ ۱تا۵۳ مکمل	
جلد ۱۸	۲۵رذی الحجہ۱۴۲۵ھ تا ۲۸رذیقعدہ۱۴۲۶ھ	۷رجنوری۲۰۰۵ء تا ۳۰ردسمبر۲۰۰۵ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۱۹	۵رذی الحجہ۱۴۲۶ھ تا ۷رذی الحجہ۱۴۲۷ھ	۶رجنوری۲۰۰۶ء تا ۲۹ردسمبر۲۰۰۶ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۲۰	۱۳رذی الحجہ۱۴۲۷ھ تا ۱۷رذی الحجہ۱۴۲۸ھ	۵رجنوری۲۰۰۷ء تا ۲۸ردسمبر۲۰۰۷ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۲۱	۲۳رذی الحجہ۱۴۲۸ھ تا ۲۷رذی الحجہ۱۴۲۹ھ	۴رجنوری۲۰۰۸ء تا ۲۶ردسمبر۲۰۰۸ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۲۲	۴رمحرم۱۴۳۰ھ تا ۵رمحرم۱۴۳۱ھ	۲رجنوری۲۰۰۹ء تا ۲۷ردسمبر۲۰۰۹ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۲۳	۱۲رمحرم۱۴۳۱ھ تا ۲۴رمحرم۱۴۳۲ھ	۱رجنوری۲۰۱۰ء تا ۳۱ردسمبر۲۰۱۰ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۲۴	یکم صفر۱۴۳۲ھ تا ۴رصفر۱۴۳۳ھ	۷رجنوری۲۰۱۱ء تا ۳۰دسمبر۲۰۱۱ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	
جلد ۲۵	۱۱رصفر۱۴۳۳ھ تا ۱۳رصفر۱۴۳۴ھ	۶رجنوری۲۰۱۲ء تا ۲۸ردسمبر۲۰۱۲ء	شمارہ ۱تا۵۲ مکمل	

حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد وسیم اسلم

حضرت استاذ جیؒ کی جدائی کو ایک سال بیت چکا۔ مگر ان کی یادیں ہیں جو کہ ختم ہونا تو دور کی بات، کم ہونے کا نام بھی نہیں لیتیں۔ یہ حال صرف مجھ ایک کا نہیں، بلکہ حضرت استاذ جیؒ سے تعلق رکھنے والے ہزاروں عقیدت مندوں کا یہی حال ہے۔ کیونکہ آپ اپنے ہر شاگرد، اپنے تعلق والے سے اتنی محبت کرتے کہ سامنے والا یہ سمجھتا کہ حضرت کو سب سے زیادہ میں ہی محبوب ہوں۔

میرا مسکن کبروڑپکا ہے۔ اس لئے جب بھی گھر جاتا ہوں، تو جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں حضرت استاذ جیؒ کے مزار پر حاضری کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ مزار پر حاضری کے لئے جب بھی جاتا ہوا تو جامعہ کے صدر دروازہ سے داخل ہونے کے بعد، مزار پر پہنچنے سے پہلے، مسجد کے جنوبی کنارے پر پہنچتے ہی چلتے قدم ایک لمحہ کے لئے رک جاتے ہیں اور نظریں بلا اختیار شرقی جانب اٹھ جاتی ہیں کہ شاید حضرت استاذ جیؒ اپنے مکان سے درسگاہوں کی جانب تشریف لا رہے ہوں گے۔ مگر یہ ایک کٹھن حقیقت ہے کہ آپ اب اس دار فانی میں نہیں رہے۔ یوں تو جانے والوں کی یادوں میں کمی واقع ہونا ایک فطری عمل ہے۔ مگر آپ جیسی ہستیوں کی یادوں کو بھلانے کے لئے بھی زندگی کا ایک عرصہ درکار ہوتا ہے۔

اللہ پاک نے آپ کو جن بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ اس خوبیوں میں ایک اہم خوبی یہ تھی کہ آپ نے کبھی اپنے کسی شاگرد کو احساس کمتری کا شکار نہیں ہونے دیا۔ آپ چھوٹوں کو بڑا بنانا، ذروں کو صحرا کرنا، قطروں کو دریا کرنا، بفضل اللہ تعالیٰ خوب جانتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگردوں کا رخ ایسی بلندیوں کی جانب کیا کہ جہاں پہنچ کر وہ اپنا سر تحدیث بالنعمت کے طور پر فخر سے بلند کر سکیں اور یہ کمال دنیا نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

۱۶رمئی ۲۰۱۴ء کو جامعہ باب العلوم میں کنونشن کے موقع پر حضرت استاذ جیؒ نے اپنے سینکڑوں شاگروں کی موجودگی میں جس بات کا اظہار فرمایا وہ آج بھی ذہن پر نقش ہے۔ آپ نے فرمایا: ''بعض شاگرد اپنے استاذ کی موجودگی میں اتنے آگے نکل جاتے ہیں کہ استاذ کو ان پر رشک آنے لگتا ہے اور اپنی جان ان پر وارنے کو دل کرتا ہے۔'' پھر یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو باپ کو استاذ کو
خود سے بڑھ کر دیکھ لے شاگرد کو اولاد کو

ترمذی جلد ثانی باب التفسیر میں سورۃ الاعراف کے ماتحت ایک روایت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر کے کچھ سال اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دینے کے لئے دعا مانگی تھی۔ آج حقیقت بات یہ ہے کہ اپنے شاگرد کو دیکھ کر بس اللہ سے یہی دعا ہے کہ زندگی کی جو رہی سہی عمر ہے یہ باقی

مائدہ ایام، اللہ میرے ان (اپنے تلامذہ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے فرمایا) شاگردوں کو لگا دے۔ حضرت استاذ جیؒ کا یہ فرمانا تھا کہ پوری مسجد پر سکتہ طاری ہوگیا اور ہر آنکھ اشک بار ہوگئی۔ اکثر تلامذہ کے آنسو ایسے جاری ہوئے کہ وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکے۔ یہ آخری موقع تھا جو انہوں نے اپنے سینکڑوں شاگردوں سے خطاب فرمایا۔ حضرت استاذ جیؒ کی آج بھی جب یہ بات یاد آتی ہے تو دل کو گھائل کر جاتی ہے۔ حضرت استاذ جیؒ حقیقت میں ایک بڑے انسان تھے۔ کیونکہ بڑا اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی موجودگی میں دوسرا خود کو چھوٹا نہ سمجھے اور حضرت استاذ جیؒ اس بات کا اتم مصداق تھے۔

ہمیشہ سے عادت اللہ چلی آرہی ہے کہ اللہ رب العزت علم ومعرفت اور رشد وہدایت کا علم وہیں بلند کرتا ہے جہاں ظلمت وگمراہی ہو۔ اسی لئے کہروڑپکا میں پھیلی بے حیائی، فحاشی، عریانی اور جہالت کا سد باب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہروڑپکا بھیجا۔ جہاں آپ نے بیاباں علاقے کو سرسبز وشاداب کیا اور اسے علوم نبویہ کے ساتھ آراستہ وپیراستہ کیا۔ اور اس کے علاوہ کہروڑپکا کو پوری دنیا میں دین کی اس یونیورسٹی (جامعہ اسلامیہ باب العلوم) کے نام سے متعارف کروایا۔ حضرت استاذ جیؒ کی آمد کے ساتھ ساتھ بہاروں نے بھی اپنا رخ ادھر کیا۔ بہاریں آئیں اور ایسی آئیں کہ آتی چلی گئیں۔ گلشن لدھیانوی مہکا اور مہکتا چلا گیا۔ حضرت استاذ جیؒ نے ایسی آبیاری کی کہ لوگ اطراف عالم سے آتے رہے اور سیراب ہو کر جاتے رہے اور چہار دانگ عالم لوگوں کو علوم نبویہ سے سیراب کیا۔ آج بھی آپ کے تلامذہ الحمدللہ ملک کے طول وعرض اور بیرون ممالک علم کی شمعیں روشن کئے ہوئے ہیں۔ آپ کے گلشن میں مہکنے والے ہر پھول کی خوشبو اگرچہ الگ ہے مگر آپ سے سبق ایک ہی پڑھ کر نکلتے ہیں۔ ’’وفا کا سبق‘‘ اپنے گلشن کے پھولوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جس ذات کی مہمانی میں دس دس سال بیٹھ کر کھا رہے ہو، تو یہ سبق بھی یاد رکھنا جب وقت آئے اس ذات کی حرمت پر کٹ جانے کا، وقت آئے ان کی عزت وناموس کو بچانے کا، وقت آئے ان سے وفا کرنے کا تو اس وقت بے وفائی مت کرنا۔ پیٹھ دکھا کر بھاگنا مت، بلکہ میدان میں اتر کر اس محسن اعظم ﷺ کی عزت وناموس اور تخت ختم نبوت کی حفاظت کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت استاذ جیؒ کے تلامذہ ہر محاذ پر محبوب خدا ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے تمام مذاہب وفرقہ باطلہ کے مدمقابل نمایاں نظر آتے ہیں۔

آپ اگرچہ اس دار فانی میں حیات نہیں مگر جامعہ کے اندر آپ کا وجود اب بھی باعث رحمت ہے اور جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں آپ کے انوارات وبرکات کی بہاریں جوں کی توں باقی ہیں۔ گزشتہ دنوں جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ کی زیر نگرانی، طلباء کے مابین ایک تقریری مقابلہ ’’ختم نبوت پر اکابرین دیوبند کی خدمات‘‘ کے عنوان سے منعقد ہوا۔ جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی صاحب مدظلہ نے خصوصی مہمان ہونے کی حیثیت سے شرکت فرمائی، ان کی زبانی اس مقابلہ کی کار گزاری سن کر قلب کو بہت مسرت ہوئی اور خود نے فرمایا کہ اس موقع پر جامعہ کے ماحول میں حضرت استاذ جیؒ کی برکات واضح محسوس ہوئیں۔ اور طلباء کی تقاریر سن کر دل باغ باغ ہوگیا۔

اللہ رب العزت سے دلی دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کے اس گلشن کو تا قیامت قائم ودائم فرمائیں۔ آمین!

تحفظ ختم نبوۃ کے مثالی سپوت ...... مولانا عبدالغنی شاہجہاں پوریؒ

قسط نمبر:4

شاہ عالم گورکھپوری دارالعلوم دیوبند

کتاب کی انفرادیت

اس کتاب کے تعارف میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے جدید وقدیم لیٹریچر پر گہری بصیرت رکھنے والے مشہور وممتاز بزرگ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی جانب سے ۱۹۷۸ء میں کتاب کی اشاعت کے موقع پر ''مقدمہ ناشر'' میں تحریر فرمایا ہے جس حضرت موصوف لکھتے ہیں:

''قادیانیت پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن میں سے یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ قادیانیت نے کن کن امور میں اسلام سے خروج وانحراف کا راستہ اختیار کیا ہے اور اسلامی عقائد بالخصوص عقیدۂ ختم نبوت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے قطعی دلائل سے براہین سے آراستہ کیا ہے کہ ایک سلیم الفطرت آدمی کو اسلامی عقائد کی حقانیت میں ذرا بھی شبہ نہیں رہ جاتا......مقام مسرت ہے کہ حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کے مدرسہ جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر۵ میں یہ کتاب شامل نصاب کرلی گئی ہے ہم دیگر اکابر سے بھی یہ توقع رکھیں گے کہ وہ اس طرف بطور خاص توجہ فرمائیں والحمدللہ اوّلاً وآخراً ''

تقریباً یہی تاثرات عالمی سطح پر کتب رد قادیانیت پر نظر رکھنے والے دور حاضر کے مایہ ناز عالم دین حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے بھی ہیں۔موصوف نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''قلمی جہاد کی سرگذشت'' میں مزید لکھا ہے کہ:

'' احمدیہ پاکٹ بک اور دوسری مرزائی کتب میں پائے جانے والے مرزائیوں کے شبہات کا اس میں آپ کو جواب ملے گا۔۱۹۲۷ء میں پہلی بار شائع ہوئی یہ نایاب ہوگئی تھی ،عالمی مجلس کے شعبۂ نشرواشاعت نے اسے ۱۹۷۸ء میں دوبارہ ۱۹۸۸ء میں سہ بارہ شائع کیا۔'' (قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت صفحہ ۲۶۸)

بلاشبہ مذکورہ تعارف حق بر حقیقت ہے اور کتاب کی اپنے فن میں انفرادیت ہی کی بات ہے کہ یہ کتاب کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کے شعبہ میں باضابطہ نصاب درس میں شامل ہے، فاضل طلباء کو سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے بھی اکتوبر ۱۹۸۶ء میں سہ روزہ عالمی اجلاس تحفظ ختم نبوت کے موقع پر اس کی اشاعت ہوچکی ہے۔اس کتاب کے شروع میں ایک جامع دیباچہ ہے جو ابوالابرار حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب (ثالث) ابن نجیب اللہ صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ ماشاء اللہ آپ کا شمار بھی تاریخ شاہجہاں پور کی نابغۂ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے۔ کتاب اور صاحب کتاب کے تعلق سے حضرت موصوف اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں:

’’حامی سنت ماحی بدعت جامع منقول والمعقول حاوی فروع واصول حضرت مولانا مولوی عبدالغنی خانصاحب پٹیالوی صدر مدرس مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور کی اس جدید تالیف کو جو آپ کے ہاتھوں میں ہے پڑھ لینے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ہر فہیم پر روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گا کہ شرعی نقطہ نظر سے مرزا صاحب کی حیثیت کیا ہے۔ مولانا موصوف نے اس کتاب میں مرزا صاحب کے دعووں اور ان کے اصولی عقائد سے محققانہ بحث کیا۔ ۱۹۲۷ء میں محلہ تارین گلی شاہجہاں پور کی مسجد پر مرزائیوں اور اور مسلمانوں میں جو مقدمہ درپیش تھا جس میں کہ اہل اسلام ہائیکورٹ الٰہ آباد تک کامیاب رہے اس میں آپ گواہ تھے۔ اس سلسلے میں آپ کو مرزا صاحب کی تصنیفات اور دیگر موافق ومخالف کتابوں کے مطالعہ کا اتفاق ہوا، تمام چھان بین کے بعد آخر میں جس نتیجہ تک پہنچے اس کو مولانا موصوف نے بغرض افادۂ عام اس کتاب میں حوالہ قلم فرمایا ہے۔ مسلمانوں اور مرزائیوں کے عقائد علیحدہ علیحدہ دو کالموں میں درج ہیں۔ اسلامی عقائد کے ثبوت میں قرآن وحدیث اور اکابر امت کی تصریحات پیش کی گئی ہیں اور مرزائی عقائد کے بیان میں مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ وغیرہ کی عبارات منقول ہیں اس طریق سے ناظرین کو ہر دو فریق کے عقائد بیک وقت معلوم کرنے میں بیحد سہولت ہوگی۔ کتاب اس قدر جامع ہے کہ اس کو پڑھ لینے کے بعد ناظرین بیسیوں کتابوں کے مطالعہ سے مستغنی ہوجائیں گے۔

مرزائی مذہب کی تنقیح اور جانچ پڑتال میں کوئی بحث ایسی نہ ہوگی جس پر اس میں کافی روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ ختم نبوت اور حیات مسیح کی بحث خاص طور پر قابل دید ہے ممکن ہے کہ بعض صاحبان کو کتاب ضخیم نظر آئے لیکن جن حضرات نے مرزائی رسائل اور ان کے قیل وقال کو مطالعہ کیا ہے وہ یقیناً اس کو مختصر قرار دیں گے۔ حضرت مولانا نے عموماً مرزائیوں کے دلائل کا چھوٹے چھوٹے جملوں سے ابطال کیا ہے بعض جگہ محض اشارات پر بھی اکتفا کیا گیا ہے۔ ناظرین کو چاہیے کہ کتاب کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ مرزائی صاحبان کو اس نیک نیتی اور انصاف کے ساتھ اس کو پڑھیں اور حق واضح ہوجانے پر سچائی کو قبول کرلیں۔ (دیباچہ ہدایۃ الحیری ص۱۶ مطبوعہ ۱۹۲۷ء مطبع جید برقی پریس دہلی)

کفایت اللہ نام کی تین قابل قدر شخصیات

یہ بات ذہن نشین رہے کہ شاہجہاں پور میں ’’کفایت اللہ‘‘ نام سے تین قابل قدر علمی شخصیات گذری ہیں۔ سب سے پہلے مولانا محمد کفایت اللہ وہ ہیں جن کے صاحبزادے مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ ہیں جو کتاب ’’شفاء الناس‘‘ کے مصنف ہیں۔ چونکہ آپ بنگال سے شاہجہاں پور میں آکر آباد ہوئے تھے اس لئے شاہجہاں پور کے تاریخ نگاروں کو آپ کی تاریخ ولادت ووفات کا علم نہیں۔ البتہ تاریخ وفات کا کچھ اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب ’’شفاء الناس‘‘ ایک مشہور قادیانی پنڈت محمد احسن امروہوی کی کتاب ’’اعلام الناس‘‘ کے جواب میں ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ مطابق نومبر ۱۸۹۱ء میں مطبع انصاری دہلی سے طبع ہوئی اور بوقت طباعت کتاب مولانا محمد کفایت اللہ صاحب باحیات تھے جیسا کہ کتاب کے مقدمہ میں اس کا ذکر ہے۔ اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں رہا کہ نومبر ۱۸۹۱ء کے بعد ہی حضرت موصوف کا انتقال ہوا ہوگا۔ خود مولانا عبداللہ صاحب کی کل عمر صرف ۲۲ سال بتائی جاتی ہے گویا

اسی عرصہ میں باپ بیٹے دونوں کا انتقال ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے بعد مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب ابن شیخ عنایت اللہ (ولادت محرم ۱۲۹۰ھ مطابق مارچ ۱۸۷۳ء وفات ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء) ہیں جو عبقری شخصیت کے مالک ہیں، دہلی میں قیام کی وجہ سے دہلوی بھی لکھے جاتے ہیں۔ مقدمہ تحریر کرنے والے بزرگ تیسرے محمد کفایت اللہ ابن جناب نجیب اللہ صاحب (ولادت ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء وفات ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء بروز چہار شنبہ) ہیں جو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے معتمد خلیفہ ومجاز ہیں اور شاہجہاں پور کے موفق بالخیر تاجر الحاج سعید احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے قائم شدہ مدرسہ سعیدیہ جامع مسجد شاہجہاں پور کے صدر مدرس رہے ہیں۔ حضرت موصوف کے صاحبزادے جناب مولانا اکرام اللہ صاحب قاسمی استاذ حدیث وفقہ جامع الہدیٰ مراد آباد کے ذریعہ ہی حضرت تھانویؒ کی مذکورہ نایاب تحریر اور قادیانی مقدمہ سے متعلق بعض دیگر قیمتی دستاویزات دستیاب ہوئے ہیں، فجزاہم اللہ خیراً۔

تحریک تحفظ ختم نبوت اور علماء شاہجہاں پور

تحریک تحفظ ختم نبوت کی تواریخ میں شاہجہاں پور کے بے شمار علماء اور اہل علم کا نام ملتا ہے جنھوں نے شہرو اطراف شہر سے فتنۂ قادیانیت کے استیصال میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اُن میں سے بعض نام حسب ذیل ہیں: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا محمد کفایت ابن نجیب اللہ صاحب، سید محمد اعظم صاحب مفتی شاہجہاں پور، مولانا غلام محی الدین صاحب امام جامع مسجد شاہجہاں پور، مولانا محمد عثمان صاحب مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور، مولانا محمد عبدالخالق صاحب مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور، مولانا محمد سخاوت اللہ خانصاحب مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور۔ یہ علماء کبار وہ ہیں جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ہم عصر ہیں اور ۱۹۰۶ء میں قادیانیت کے خلاف ایک استفتاء کے جواب میں فتویٰ پر ان سب اکابر کے دستخط ہیں۔ اس وقت اس مقدس تحریک سے جڑے ہوئے تمام بزرگوں کا احاطہ اور حصر مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ان سب کے درمیان حضرت مولانا عبدالغنی صاحب کا وجود ایسا لگتا ہے کہ قدرت باری تعالیٰ نے آپ کا انتخاب ہی اسی عظیم خدمت کے لئے کیا تھا۔

زبان خلق

مشہور ہے کہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب سے جنات بھی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ مدرسہ عین العلم کے سابق مہتمم جناب حکیم سعید احمد صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولانا کے مکان کے قریب ایک مکان ہے جس میں جامن کا درخت ابھی بھی موجود ہے حضرت کے زمانے میں یہ مکان آباد تھا لیکن حضرت مولانا کے بعد آج تک وہ ویران پڑا ہوا ہے باوجود کوششوں کے آباد نہیں ہوسکا۔ حکیم صاحب موصوف کا چشم دید بیان ہے کہ حضرت کے مکان میں ایک گھڑا آویزاں رہتا تھا اس پر کسی نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے جو ہر وقت لٹکتا اور حرکت میں رہتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ یہ تمھارے سے متعلق نہیں تم اپنا کام کرو۔ دراصل یہاں جنوں کی آمد ورفت رہتی تھی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ حکیم صاحب نے جناب عرفان الحق خاں صاحب لائبریرین، مدرسہ کے موجودہ صدر المدرسین جناب مولانا محمد

جاوید منصوری قاسمی صاحب اور دیگر متعدد کارکنان مدرسہ کی موجودگی میں سنایا کہ ایک دفعہ ایک بارات جارہی تھی، حضرت نے اسے دیکھ کر مدرسہ کے ایک طالب علم مولوی عبدالمنان صاحب بنگالی کو فرمایا کہ جاؤ انھیں مبارکباد دے کر آؤ۔ وہ گئے تو باراتیوں نے انھیں مٹھائی دی، وہ لے کر حضرت کے پاس آئے حضرت نے قبول فرمالیا۔ ایک دن اور اسی طرح ایک قافلہ بارات کی شکل میں جاتا دیکھ کر مولوی عبدالمنان بنگالی نے مبارکباد پیش کردی؛ پھر کیا تھا قافلہ کے لوگوں نے ان کی خوب پٹائی کی یہ لہولہان ہو کر بھاگے حضرت کے پاس آئے۔ حضرت نے فرمایا کہ بیوقوف تمھیں معلوم نہیں یہ قافلہ جنوں کا تھا، پہلے جو قافلہ گذرا تھا وہ بارات اور خوشی کا تھا اور آج کا قافلہ جنازہ لے کر جارہا تھا اور تم انھیں مبارکباد دے رہے تھے! حکیم محمد سعید صاحب نے حضرت مولانا سے ۴۳۔۱۹۴۲ء میں پرائمری سے اوپر درجہ چہارم تک کی کتابیں مجۃ الیمن وغیرہ حضرت مولانا سے پڑھی ہیں، اب پنشن لے کر مدرسے کے قریب ہی واقع اپنے آبائی مکان میں قیام پذیر ہیں۔ جاری ہے!

ختم نبوت کورسز

۱...... ۱۶، ۱۷، ۱۸؍نومبر ۲۰۱۵ء جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تین روزہ ختم نبوت کورس منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالحکیم نعمانی اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانیوں کے غلط عقائد وعزائم کے عنوان پر لیکچر دیئے۔ کورس کا دورانیہ مغرب تا عشاء تھا۔

۲...... ۲۲، ۲۳، ۲۴؍نومبر ۲۰۱۵ء لال مسجد سید والا ضلع شیخوپورہ میں ختم نبوت کورس منعقد ہوا۔ جس میں مذکورہ بالا عنوانات پر مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور مولانا محمد خالد عابد نے لیکچر دیئے۔ کورس میں سینکڑوں عوام نے شرکت کی۔

۳...... ۲۵، ۲۶، ۲۷؍نومبر ۲۰۱۵ء کو منڈی بہاؤالدین کے بنات کے مدارس میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت کے عنوان پر لیکچر دیئے۔ جن میں طالبات کے علاوہ سینکڑوں خواتین نے بھی شرکت کی۔

۴...... ۳؍دسمبر ۲۰۱۵ء جامعہ باب العلوم کہروڑپکا میں طلبہ کرام کے درمیان ختم نبوت کے عنوان پر تقریری مقابلہ ہوا۔ جس میں ۱۹ طلبہ کرام نے شرکت کی اور ۵ طلباء کرام انعامات کے مستحق قرار پائے۔

اس پروگرام کے مہمان خصوصی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تھے۔ ۵ طلبہ کرام انعامات کے مستحق قرار پائے۔ انعامات جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور، نگران اعلیٰ مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے ہاتھوں دلوائے گئے۔ نائب الشیخ مولانا حبیب احمد مدظلہ اور مولانا محمد احمد بہاولپوری نے خصوصی شرکت فرمائی۔ منتظمی کے فرائض مولانا منیر احمد ریحان، مولانا محمد عمران اساتذہ جامعہ نے سرانجام دیئے۔

تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد کامیابی کے ساتھ جاری ہے

حضرت مولانا اللہ وسایا کی روزنامہ ''اسلام'' سے خصوصی گفتگو

انٹرویو: حنظلہ ضمیر منہاس

مولانا اللہ وسایا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما و مبلغ ہیں۔ ایک طویل عرصے سے اندرون و بیرون ملک قادیانیت کے خلاف انتہائی پرامن طریقے سے تبلیغی کام میں مصروف ہیں اور ملک وملت اور دین کے خلاف ان کی سازشوں کو بے نقاب کر رہے ہیں۔ روزنامہ ''اسلام'' نے ان سے اندرون و بیرون ملک قادیانیوں کی سازشوں، قادیانیت کے خلاف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرگرمیوں، جماعت کو ان کے خلاف ملنے والی کامیابیوں، قادیانیت کے خلاف جاری جدوجہد میں میڈیا کے کردار کے حوالے سے خصوصی گفتگو کی، جو نذر قارئین ہے:

روزنامہ اسلام: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اندرون ملک جماعتی کارکردگی کی کیا صورتحال ہے؟

مولانا اللہ وسایا: اللہ کا فضل ہے کہ ملک کے تمام صوبوں میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفاتر موجود ہیں۔ تقریباً ہر اہم ضلع میں مجلس کا مبلغ موجود ہے اور کہیں دو دو اضلاع میں ایک مبلغ اپنے فرائض منصبی ادا کر رہا ہے، تو اس طرح پورے ملک کے ضلعی سطح تک ہمارے جماعتی مبلغ بڑے منظم انداز میں کام کر رہے ہیں۔ کراچی سے لے کر خیبر تک ہر اہم شہر میں ہم باری باری کانفرنسیں منعقد کراتے رہتے ہیں۔ نشر و اشاعت کے حوالے سے ایک سلسلہ احتساب قادیانیت کے عنوان سے شروع کر رکھا تھا جس میں ان پرانے بزرگوں کی کتابیں شائع کرنا شروع کی تھیں جو سو ڈیڑھ سو سال پہلے شائع ہوئیں۔ پھر نایاب ہو گئیں۔ ان کو احتساب قادیانیت کی صورت میں یک جا جمع کر دیا گیا ہے۔ جس کی ۶۰ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اب اسی سلسلے کو محاسبۂ قادیانیت کے نام سے شروع کر دیا گیا ہے۔ جس کی دو جلدیں چھپ چکی ہیں اور تیسری جلد پر کام جاری ہے۔

روزنامہ اسلام: احتساب قادیانیت کے سلسلہ کو محاسبۂ قادیانیت کے عنوان میں کیوں تبدیل کیا گیا ہے؟

مولانا اللہ وسایا: بات دراصل یہ ہے کہ ۶۰ جلدوں کے سیٹ کو ہمہ وقت حاضر رکھنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ کبھی کوئی جلد شارٹ ہو جاتی تو کبھی کوئی، اس سے بچنے کے لئے یہ نیا سلسلہ شروع کیا ہے، جس سے یہ مسئلہ درپیش نہیں ہوگا۔ اسی طرح حال ہی میں قومی اسمبلی کی وہ کارروائی جس میں قادیانیوں کو آئین کی رو سے کافر قرار دیا گیا تھا، اس کو ۵ جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ اسی طرح ''فتاویٰ ختم نبوت'' کے نام پر تمام مسالک کے پاک و ہند میں متداول ۳۸ فتاویٰ جات میں جو قادیانیت کے متعلق مواد تھا اسے فقہی ترتیب پر مرتب کر کے ۳ جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

روزنامہ اسلام: سرکاری سطح پر سختی کی بناء پر آپ کی جماعت کے جلسوں میں کمی واقع تو نہیں ہوئی؟

مولانا اللہ وسایا: اللہ کا فضل ہے ہمارے ایک جلسے پر بھی پابندی نہیں لگی، کہیں اگر کوئی افسران اس طرح کی بات کرتے بھی ہیں تو ہمارا موقف سننے کے بعد اجازت دے دیتے ہیں۔ ہمارے کام پر کسی قسم کی پابندی نہیں۔البتہ ایک بات یہ ہے کہ ابتدائی دنوں میں ہمارے چند ساتھی گرفتار ہوگئے تھے،اس پر بھی ہم نے اپیل کر رکھی ہے،امید ہے کہ اللہ کے فضل سے وہ ساتھی رہا ہوجائیں گے۔اس حوالے سے پورے ملک میں ہمارے کسی ساتھی پر کوئی کیس نہیں۔

روزنامہ اسلام: بیرون ممالک میں جماعتی کارکردگی کیا ہے؟ کن کن ممالک میں مجلس کا باضابطہ کام ہورہا ہے؟

مولانا اللہ وسایا: زیادہ تر تفصیلات میرے پاس نہیں اور نہ یہ شعبہ میرے پاس ہے۔اتنا ضرور ہے کہ بیرون کے جتنے دوست ہیں،وہ سارے قادیانیت کے فتنہ سے بخوبی واقف ہیں اور ان کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔ابھی کچھ مہینوں پہلے کی بات ہے کہ گیمبیا میں قادیانیوں کے خلاف فیصلہ آیا ہے۔پاکستان میں سیشن کورٹ نے فیصلہ دیا کہ قادیانی اپنی عبادت گاہوں کا مینار نہیں بنا سکتے۔۱۷یا۱۸ر ستمبر کو ایک فیصلہ گجرات میں آیا، جہاں قادیانی ۱۰۰ سال سے مسلمانوں کی ایک مسجد پر قابض تھے،وہ مسجد مسلمانوں کو واپس مل گئی۔

روزنامہ اسلام: یورپی ممالک میں قادیانی لابی کھلے عام گمراہی پھیلا رہی ہے۔اس کی روک تھام کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت نے کیا لائحہ عمل تیار کیا ہے؟

مولانا اللہ وسایا: اللہ کا فضل ہے بیرونی مالک میں بھرپور کام ہورہا ہے۔صرف ان کے مرکز لندن کو ہی لے لیں، برطانیہ میں قادیانی اس ارادے سے گئے تھے کہ ہم وہاں موجود سارے مسلمانوں کو قادیانی بنالیں گے،لیکن الحمدللہ! وہ ایک بھی مسلمان کو قادیانی نہیں بنا سکے۔الحمدللہ! وہاں انتہائی مؤثر انداز میں ہمارا کام شروع ہے۔کچھ لوگ وہاں سیاسی پناہ کے نام پر گئے،کچھ لوگ زلزلے اور قحط سالی کی وجہ سے وہاں آئے،قادیانیوں نے ان لوگوں کو اپنا شکار بنالیا ہو تو اس کا میں انکار نہیں کرسکتا،وگرنہ مسلمانوں کو قادیانی بنانے میں قادیانیت مکمل طور پر ناکام ہوئی ہے۔

روزنامہ اسلام: ایک تاثر یہ ہے کہ بی بی سی(BBC)اور وائس آف امریکا(Voice of America) قادیانیت کو سپورٹ کرتے ہیں۔مجلس اس حوالے سے عالمی میڈیا میں کیا کام کررہی ہے؟

مولانا اللہ وسایا: قادیانیوں کو ان ہی ممالک نے پیدا کیا ہے،اس لئے وہ ان کے حق میں بولتے رہتے ہیں۔ لیکن اللہ کا فضل ہے کہ کسی موقع پر بھی ایسا نہیں ہوا کہ عالمی میڈیا نے ہماری جماعت سے یا حکومت سے کوئی وضاحت یا جواب طلب کیا ہو اور ہماری جماعت اور حکومت خاموش رہی ہو،ایسا نہیں ہے، بلکہ ہر موڑ پر ہماری جماعت اور حکومت نے بھرپور انداز میں اہل اسلام اور پاکستان کی نمائندگی کی ہے۔

روزنامہ اسلام: عالمی میڈیا میں اپنے مشن کے حوالے سے مجلس کیا کردار ادا کررہی ہے؟

مولانا اللہ وسایا: یہ صرف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ روزنامہ اسلام، وفاق المدارس، جمعیت علمائے اسلام اور دیگر تمام مذہبی جماعتوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ ممکنہ حد تک عالمی میڈیا میں اپنا مؤثر کردار ادا کریں۔

ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ پورے ملک میں ہمارے مسلک کا کوئی نمائندہ ٹی وی چینل نہیں ہے۔تنہا مجلس تحفظ ختم نبوت اس ذمہ داری کی متحمل نہیں ہے کہ وہ کسی ٹی وی چینل کی ذمہ داری قبول کر کے اس کا اعلان

کرے۔ یہ منصوبہ ہمارے ہاں زیر غور ہے اور نہ ہی ہمارے بس میں ہے۔

روزنامہ اسلام: گزشتہ دنوں برطانیہ میں واجد شمس الحسن نے کہا تھا کہ قادیانیت کے معاملہ میں بھٹو صاحب غلطی پر تھے، بعد میں اپنے بیان پر معذرت بھی کی۔ کیا آپ لوگ ان کے اس معذرتی بیان سے مطمئن ہیں؟

مولانا اللہ وسایا: اس شخص کے قادیانیوں سے پرانے مراسم ہیں۔ ان کا بیٹا قادیانیوں کے ہاں ملازمت کرتا رہا ہے۔ انہوں نے ایسا پہلی بار نہیں کہا، اس سے قبل بھی یہ الٹے سیدھے بیان دے چکے ہیں۔ جب پنجاب اسمبلی میں ان کے خلاف توہین عدالت کی اپیل دائر کی گئی تو انہوں نے وضاحتی بیان جاری کر دیا، یہ بھی ہماری فتح ہے کہ اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا، باقی میں ان کے بیان سے مطمئن نہیں ہوں، دلوں کے راز اللہ ہی جانتے ہیں، بظاہر یہ لگتا ہے کہ یہ دفع الوقتی کر رہے ہیں، اللہ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔

روزنامہ اسلام: آئین پاکستان میں ختم نبوت کے تحفظ کی شقوں کو غیر موثر بنانا قادیانی لابی کی اولین ترجیح ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے اس مذموم مقصد میں کامیاب ہوسکیں گے؟

مولانا اللہ وسایا: اگر امت مسلمہ بیدار رہی تو انشاء اللہ کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ کوئی مائی کا لال ان کو دوبارہ مسلمانوں کی صفوں میں لا کھڑا کرے، ایسا نہیں ہوسکتا۔

روزنامہ اسلام: موجودہ حکومت کس حد تک آپ سے تعاون کر رہی ہے؟ آپ نے کون سے مطالبات منظور کروالئے ہیں اور کن مطالبات پر کام جاری ہے؟

مولانا اللہ وسایا: زرداری صاحب کی حکومت ہو یا نواز شریف صاحب کی، جو کچھ ہو چکا ہے، وہی سلامت رہ جائے تو غنیمت ہے۔

روزنامہ اسلام: مزید کسی مطالبے پر کام نہیں ہورہا؟

مولانا اللہ وسایا: اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی ہے کہ قادیانی اپنی عبادت گاہوں کی صورت مسجد کی طرز پر نہیں بنا سکتے تو اس طرح کے جتنے ادارے ہیں، ان کے بس میں جو کام ہے، وہ اس کو لے کر آگے چل رہے ہیں۔ لیکن جب گورنمنٹ قانون سازی نہیں کرتی تو ہم کیسے کہہ دیں کہ ہمارے اتنے مطالبات مان لئے گئے ہیں اور مزید پر کام ہورہا ہے۔ بس ہماری کوششیں جاری ہیں، ہوگا وہی جو منظور خدا ہے۔

روزنامہ اسلام: قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ کی تحریک میں آپ کو کتنی کامیابی ملی ہے؟ مزید اس حوالے سے کیا کام کر رہے ہیں؟

مولانا اللہ وسایا: مرزا قادیانی سے ہماری کوئی ذاتی عداوت نہیں۔ بس ہم اہل اسلام کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب تک قادیانیوں نے مرزائیت کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے، اس وقت تک ہماری ان سے صلح نہیں ہوگی۔

روزنامہ اسلام: یہ الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے، قادیانی لابی بھی اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے اس کا بھرپور استعمال کر رہی ہے۔ مجلس اس حوالے سے کیا کام کر رہی ہے؟

مولانا اللہ وسایا: ٹی وی چینل کے حوالے سے تو بتادیا، البتہ ویب سائٹس ہزاروں کی تعداد میں بنائی گئی ہیں۔ ہماری ویب سائٹس کی وجہ سے قادیانیوں کو اپنی بعض ویب سائٹس بند بھی کرنا پڑیں۔ ہم اس سلسلہ میں بالکل شرعی

حدود کے اندر رہ کر جو کام کر سکتے تھے، وہ کر رہے ہیں۔ مثلاً ایک ہی ویب سائٹ میں قادیانیت کے خلاف لکھی گئی ایک ہزار کتابیں اپ لوڈ کر دی گئی ہیں۔ ہمارا ایک منظم شعبہ ہے، جو ان کو جواب دیتا رہتا ہے۔

روزنامہ اسلام: قادیانیت کو کن کن محاذوں پر آپ نے شکست سے دوچار کیا ہے؟ مزید کن محاذوں پر کام کی اشد ضرورت ہے؟

مولانا اللہ وسایا: اللہ کا فضل ہے مناظرے کے میدان میں یہ شکست خوردہ ہیں۔ وعظ وتبلیغ کے سلسلے میں ان کو مات دی گئی ہے۔ سول کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک، پاکستان سے لے کر مکہ مکرمہ تک، مکہ مکرمہ سے لے کر جوہانس برگ تک، دنیا جہان کی جن عدالتوں میں یہ گئے ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سے قبل قادیانی اقدام کیا کرتے تھے اور ہم دفاع، الحمدللہ! اب قادیانی بالکل دفاعی پوزیشن پر جاچکے ہیں اور ہم اقدام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر محاذ پر ہمیں سو فیصد کامیابیوں سے نوازا ہے۔ تحریر کا محاذ ہو یا تقریر کا، ایجی ٹیشن ہو یا کوئی موومنٹ، ایک محاذ بھی ایسا نہیں ہے، جس کے بارے میں قادیانی یہ کہہ سکیں کہ ہمیں اس محاذ پر کامیابی ملی ہے۔

روزنامہ اسلام: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ قادیانیت کے خلاف مزید کس درجہ محنت کی ضرورت ہے؟

مولانا اللہ وسایا: کبھی اپنے دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے۔ جب تک قادیانیت کے جراثیم موجود ہیں، امت کو ہمیشہ اپنی ذمہ داری قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اور پرامن طریقے سے پوری کرتے رہنا چاہئے۔

روزنامہ اسلام: کن کن ممالک میں قادیانیت کے خلاف قانون پاس ہو چکے ہیں یا متوقع ہیں؟

مولانا اللہ وسایا: مصر، شام، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، افریقہ کے بعض ممالک، ان تمام تر ممالک میں قادیانیت کے خلاف قانون پاس ہو چکے ہیں۔ سرکاری سطح پر ان کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔

روزنامہ اسلام: دیگر کن ممالک میں اس حوالے سے کام جاری ہے؟

مولانا اللہ وسایا: ہر جگہ امت اس فتنے کے تعاقب میں لگی ہوئی ہے۔ ہر مسجد، مدرسہ، ہر مسلک اس فتنہ کے خلاف کھڑا ہے۔

روزنامہ اسلام: جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں گمراہی بہت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ آپ اس حوالے سے کیا کر رہے ہیں؟

مولانا اللہ وسایا: اس کے لئے مضبوط منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ ہمیں کسی بھی مسلمان کے بارے میں علم ہو جائے کہ وہ قادیانیت سے متاثر ہو رہا ہے تو ہم اس کو سمجھانے کی اور اس کی مدد کی ایک حد تک ضرور کوشش کرتے ہیں۔ باقی سارے عالم میں پوری ملت کو بچانے کے لئے اس کام کی اشد ضرورت ہے۔ یہ کام صرف مجلس کا نہیں، بلکہ ہر جماعت اور ادارے کو اس معاملہ میں سرگرم ہونا چاہئے۔ ہمارے جتنے بھی ادارے ہیں، خصوصاً وفاق المدارس، انہیں چاہئے کہ وہ کوئی منظم پالیسی وضع کریں تو ہم بھی ان کے معاون کی حیثیت سے حاضر ہیں۔

روزنامہ اسلام: پاکستان کے تمام اہم اداروں میں قادیانی لابی براجمان ہے، جو قادیانیت کو سپورٹ کرتی ہے۔ اس حوالے سے مجلس کیا اقدامات کر رہی ہے؟

مولانا اللہ وسایا: ہم ان سے باخبر رہتے ہیں۔ ہم نے مطالبہ کررکھا ہے کہ ان کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے جو ابھی تک نہیں مانا گیا۔ مگر جب اللہ کو منظور ہوگا تو ضرور مانا جائے گا۔ البتہ اگر وہ ان عہدوں پر رہ کر کوئی اقدام کریں تو ہم ان کے توڑ کا حل سوچتے رہتے ہیں۔

روزنامہ اسلام: روزنامہ اسلام کے قارئین کو آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

مولانا اللہ وسایا: قارئین اسلام سے یہ درخواست ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج یہ سب فرض ہیں۔ لیکن ان سب فرائض کا تعلق رحمت عالم ﷺ کے اعمال کے ساتھ ہے اور اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ اعضاء اور جوارح سے، جس طرح اعضاء حرکت کرتے ہیں تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا، رکوع کرنا، سجدہ میں جانا تو اس سے اعمال وجود میں آتے ہیں۔ گویا ان تمام فرائض کا تعلق اعمال سے ہے۔ وہ اعضاء کو حرکت دینے سے سرزد ہوتے ہیں۔ جب کہ ختم نبوت کا مسئلہ محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اس کام کو کرنا حضور نبی کریم ﷺ کی براہ راست خدمت کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سر پر ختم نبوت کا تاج رکھا۔ یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف محمد عربی ﷺ کو نصیب کیا، اس کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ قارئین اسلام کو، پوری امت کو، آپ کو اور مجھے اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! (بشکریہ روزنامہ اسلام ۷نومبر ۲۰۱۵ء)

حضرت ناظم اعلیٰ کا دورہ کنری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمان جالندھری صاحب مدظلہ مورخہ ۱۲؍نومبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات شام کنری میں تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ رحیم یار خان سے مولانا محمد راشد مدنی، میرپور سے مولانا محمد علی صدیقی اور پھر کراچی سے مولانا قاضی احسان احمد بھی تشریف لائے۔ ضیافت کا انتظام حافظ محمد ذیشان آرائیں نے کیا۔ ضیافت کے بعد آپ نے ایک اہم اجلاس میں شرکت کی جس میں کنری جماعت کے تمام اراکین بھی شریک ہوئے۔ اجلاس میں حضرت ناظم اعلیٰ صاحب مدظلہ نے مقامی حضرات کی مشاورت کے بعد دفتر ختم نبوت کنری کی تجدید اور بخاری مسجد کنری کی توسیع کی اجازت عنایت فرمائی۔ بعد ازاں کنری جماعت کے ناظم حاجی محمد ناصر صاحب کی عیادت کرتے ہوئے ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائی۔ جمعہ کے روز حضرت ناظم اعلیٰ صاحب مدظلہ نے بخاری مسجد کنری میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ دوران خطبہ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نبی آخرالزمان ﷺ کے ہم امتی ہیں، اس کی دستار ختم نبوت کی تحفظ کا کام کرو، جتنا زیادہ کام کرو گے، اتنے ہی زیادہ شفاعت کے حقدار بنو گے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان اگر قادیانیت کا مکمل بائیکاٹ کرلیں تو قادیانیت از خود ختم ہوجائے گی۔ اسی طرح دیگر مبلغین ختم نبوت میں سے مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے جامعہ محمدیہ کنری، مولانا محمد علی صدیقی صاحب نے جامع مسجد مکہ اور مولانا مختار احمد نے جامع مسجد رحمانیہ میں حضور خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔ بعد از نماز جمعہ یہ وفد حضرت ناظم اعلیٰ صاحب مدظلہ کی قیادت میں ملتان کے لئے روانہ ہوگیا۔

ضرب اقبال اور قادیانی دجال

مولانا محمد انصار اللہ قاسمی

آرگنائزر مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ و آندھرا پردیش

اسلام کے مختلف کمالات اور امتیازات میں سے ایک اہم کمال یہ ہے کہ وہ آفاقی مذہب ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح اس کی تعلیمات کسی خاص علاقہ، طبقہ اور رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے انسانوں کے لئے محدود اور مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ پوری انسانیت کی ہدایت اسلامی تعلیمات کا عنوان اور اعلان ہے۔ اس لئے اسلام کے سچے پیروکاروں اور علمبرداروں کے افکار و نظریات کا دائرہ قومی، علاقائی، لسانی اور نسلی وغیرہ ہر طرح کی سرحدوں اور حدبندیوں سے ماوراء ہوتا ہے۔ وہ اپنی منصوبہ بندیوں میں انسانوں کے ہر گروہ اور فلاح و بہبود کے ہر کام کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ شاعر اسلام علامہ اقبالؒ نے ایک بندہ مومن کی ''اقبال مندی'' کو یوں بیان کیا ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

علامہ اقبالؒ، اسلامی تاریخ کی ممتاز، مایہ، ناز اور عبقری شخصیت ہیں۔ آپ آفاقی مذہب، اسلام کے پیروکار اور پاسدار ہونے کی وجہ سے اپنی سوچ و فکر بھی آفاقی رکھتے تھے۔ وہ اپنے وقت کے نہ صرف بہترین شاعر اور فلسفی تھے۔ بلکہ اسلام کے پر جوش مبلغ اور صاحب بصیرت داعی بھی تھے۔ آفاق (دنیا بھر میں) میں پھیلے گمراہ خیالات اور باطل افکار و نظریات کی تردید اور تنقید کے لئے علامہ اقبالؒ نے نظم و نثر دونوں سے کام لیا۔ ان گمراہ نظریات کا تعلق چاہے سیاست و معیشت سے ہو یا مذہب اور معاشرہ سے ہو۔ سب کا آپ نے محاسبہ کیا۔ اس محاسبہ نے لادینی نظام ملحدانہ خیالات اور گمراہ نظریات کے لئے ''ضرب کلیمی'' کا کام کیا۔ ''اقبالیات کے تنقیدی سرمایہ'' پر خود آپ کا یہ شعر بہتر طور پر صادق آتا ہے۔

ہے معجزہ ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

علامہ اقبالؒ کے اشعار کا ایک مجموعہ ''ضرب کلیم'' کے نام سے بھی ہے۔ اپنے اشعار میں غیر اسلامی افکار و نظریات پر تنقید کے دوران آپ نے قادیانی فتنہ ارتداد کا بھرپور محاسبہ کیا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ علامہ نے جس گہرائی اور گیرائی کے ساتھ قادیانیت کے افکار و نظریات پر تنقید کی ہے۔ شاید ہی اپنے وقت کے کسی اور گمراہ کن خیالات پر آپ نے ایسی تنقید کی ہو۔

قادیانی فرقہ اپنی حقیقت اور اصلیت کے اعتبار سے کوئی مذہبی فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وقت کی ظالم و جابر سامراجی طاقتوں اور حکومتوں کا پیدا کردہ اور ان ہی کا پروردہ ٹولہ ہے۔ جب جب بھی اور

جہاں جہاں بھی دشمنان اسلام کی سازشیں ہوئیں خود کو ’’احمدیہ جماعت‘‘ کہنے والا قادیانی فرقہ ان کے یارو مددگار اور آلہ کار کی حیثیت سے سرگرم رہا۔ قادیانی فرقہ کی طرف سے اپنے کفریہ عقائد اور ملحدانہ خیالات کو ’’حقیقی اسلام‘‘ کا نام دے کر اسلام کی حقیقت کو مشکوک ومشتبہ کرنے اور اس کی حقانیت کو مجروح کرنے کی مذموم کوششیں آج بھی پوری بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ جاری ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے اشعار میں فتنہ قادیانیت سے متعلق مذکورہ بالا حقائق کو خوب اچھی طرح واضح فرمایا ہے۔ اس حوالہ سے کچھ منتخب اشعار پیش خدمت ہیں:

۱...... قادیانیت کی پیدائش اور پرورش انگریزوں کے ظالمانہ اور غاصبانہ دور اقتدار میں ہوئی۔ یہ دور مسلمانوں کی مظلومیت، محکومیت اور مغلوبیت کا دور تھا۔ اس دور کو آسمانی نشان قرار دینے اور ’’وحی الٰہی‘‘ کی سند فراہم کرنے کے لئے مرزا غلام قادیانی نے ’’ملہم من اللہ‘‘ ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر اپنے خودساختہ الہامات کے ذریعہ مسلمانوں کے ’’زمانہ محکومیت‘‘ کو ’’سایہ رحمت‘‘ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی۔ مرزا غلام قادیانی کی ’’خوئے غلامی‘‘ سے آراستہ اس ’’الہام بازی‘‘ سے بچے رہنے کے لئے علامہ اقبالؒ یوں دعاء کرتے ہیں۔

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

۲...... قادیانی نبوت دراصل وقت کے ظالم وجابر حکمرانوں کی ’’خانہ ساز نبوت‘‘ ہے۔ برٹش حکومت کا حرم سرا مرزا غلام قادیانی نے ہمیشہ غلامی کی زندگی گذارنے کی تلقین کی ہے۔ ظالموں سے پنجہ آزمائی کرنے کی بجائے ان کے سامنے گداگری، کاسہ لیسی اور چاپلوسی کی تعلیم دی ہے۔ اس کی تحریروں میں غیرت وحمیت، جواں مردی، جانبازی، جانثاری، قوت وشوکت اور حشمت کا کوئی پیغام نہیں ملتا۔ اس کی مثال اگر دیکھنی ہو تو مرزا قادیانی کا تحریر کردہ رسالہ ’’تحفہ قیصریہ‘‘ اور ’’ستارہ قیصرہ‘‘ ہے۔ جو ملکہ وکٹوریہ کی قدم بوسی کا بدترین نمونہ ہے۔ علامہ اقبالؒ مرزا قادیانی کی ایسی ’’خانہ ساز نبوت‘‘ کے بارے میں فرماتے ہیں:

میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہ   مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر   فاش ہے مجھ پر ضمیر فلک نیلی فام
عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے   یہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام
وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگ حشیش   جس نبوت میں نہیں قوت وشوکت کا پیام

۳...... قادیانی افراد اپنے پیشوا مرزا قادیانی کو ’’امام زمانہ‘‘ بھی مانتے ہیں۔ لیکن امام زمانہ اپنے پیروکاروں کو ایک وحدہٗ لاشریک اور معبود برحق پروردگار وپالنہار کا پرستار بنانے کی بجائے انہیں سلطنت انگریزی کا ’’پرستار‘‘ بننے کی تاکید کرتا ہے۔ علامہ اقبالؒ مسلمانوں کو ایسی باعث ذلت امامت سے آگاہ وہوشیار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فتنہ ملت بیضاء ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے

۴...... ہمارے بعض برادران وطن کو ہندوستانی مسلمانوں سے یہ شکایت ہے کہ وہ عبادت وبندگی اور روحانی شانتی وشکتی کے لئے ’’مادر وطن‘‘ کو چھوڑ کر عرب کو دیکھتے ہیں۔ اسی کے گن گاتے ہیں۔ یہ برادران وطن اپنی دانست کے مطابق مسلمانوں میں ’’قوم پرستی‘‘ کا جذبہ پیدا کرنے اور انہیں ہر پہلو سے ’’قومی دھارے‘‘ میں شامل کرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ لیکن جب بات نہیں بنتی تو ’’غداران وطن‘‘ کا لقب دیتے ہیں۔ انگریز حکمراں اپنے اقتدار وحکومت کے زعم میں مسلمانوں کو محتاج اور گداگر سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں (برادران وطن اور انگریز) مسلمانوں کو کچھ بھی کہیں اور سمجھیں۔ لیکن بہرحال انہیں ’’مسلمان‘‘ تو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر مسیلمہ پنجاب مرزاغلام قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو مسلمانوں کا اسلام بھی منظور نہیں۔ فرقہ پرستوں نے محمد عربی ﷺ سے مسلمانوں کا تعلق ختم کرنا چاہا۔ انگریزوں نے مسلمانوں سے اقتدار چھینا اور یہ قادیانی مسلمانوں کو دولت اسلام ونعمت ایمان ہی سے محروم کرنے کے درپہ ہیں۔ شاعر اسلام اس پس منظر میں فرماتے ہیں:

غدار وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن　　انگریز سمجھتا ہے مسلمان کو گداگر
پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت　　کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر
مسکیں ولم ماندہ دریں کشمکش اندر

۵...... ایک جگہ شاعر اسلام نے جھوٹے مدعی نبوت مرزاغلام قادیانی کے ’’فضائل ومناقب اور کمالات وخصوصیات‘‘ کو ایک فارسی نظم میں یوں قلم بند فرمایا ہے:

عصر من پیغمبرے آفرید　　آں کہ در قرآں بجز خود را ندید
تن پرستادہ وجاہ مست وکم نگاہ　　اندرونش بے نصیب از لاالٰہ
در حرم زاد وکلیسا را مرید　　پردۂ ناموس مارا پردرید
دامن او گرفتن ابلہی است　　سینۂ او از دل روشن تہی است
الحذر! از گرمئی گفتار او　　الحذر! از حرف پہلودار او
شیخ او لرد فرنگی را مرید　　گرچہ گوید از مقام بایزید
گفت دین را رونق از محکومی است　　زندگی از خودی محرومی است
دولت اغیار را رحمت شمرد　　رقص را گرد کلیسا کردومرد

ترجمہ:...... میرے زمانہ نے بھی ایک نبی پیدا کیا جس کو اپنے سوا قرآن میں کچھ نظر نہ آیا۔ خود پسند، جاہ طلب اور کوتاہ نظر ہے۔ اس کا دل لاالٰہ سے خالی ہے۔ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا اور عیسائیوں کا غلام بنا۔ اس نے ہماری ناموس کے پردہ کو چاک کرایا۔ اس سے عقیدت رکھنا حماقت ہے۔ اس کا سینہ دل کی روشنی سے خالی ہے۔ اس کی چرب زبانی سے بچو اور اس کی چالبازی کی باتوں میں نہ آؤ۔ اس کا پیر شیطان ہے اور وہ فرنگی (انگریزوں) کا غلام ہے۔ پھر بھی وہ کہتا ہے میں بایزید کے مقام سے بول رہا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ غلامی میں ہی دین کی رونق ہے اور خودی (خودداری) سے محرومی کو زندگی بتاتا ہے۔ غیروں کی حکومت کو اس نے رحمت سمجھا۔ اس لئے وہ کلیسا کے

گرد طواف کرتا رہا اور مرگیا۔ یعنی وہ زندگی بھر انگریزوں کے دربار کے چکر لگاتا رہا۔

(حوالہ: نفحات ختم نبوت ص:۱۴۱ تا ۱۴۳ از جناب طاہر رزاق)

۶...... ’’اجراء نبوت‘‘ قادیانی فرقہ کا ایک پرفریب عقیدہ ہے۔ پرفریب اس لئے کہ یہ لوگ کہتے تو ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد صرف مرزا غلام قادیانی کو ہی نبی مانتے ہیں۔ حالاں کہ برساتی مینڈکوں کی طرح مرزا غلام قادیانی کے بشمول اور بھی بہت سارے جھوٹے نبی پیدا ہوئے۔ اجرائے نبوت کے عقیدہ کی وجہ سے ان تمام جھوٹے مدعیان نبوت کو نبی وپیغمبر ماننا چاہئے تھا۔ لیکن قادیانی صرف اپنے پیشوا کی جھوٹی نبوت کو ماننے پر اکتفا کرتے ہیں۔ یعنی عملی طور پر وہ بھی سلسلۂ نبوت ورسالت کو جاری نہیں مانتے۔ پس اصل مسئلہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان ’’اجرائے نبوت‘‘ کا نہیں ’’ختم نبوت‘‘ کا ہے۔ مسلمان تو سرے سے اجرائے نبوت کو مانتے ہی نہیں اور قادیانیوں کے یہاں بھی اس کا عملاً وجود نہیں۔ البتہ ختم نبوت کے معنی مسلمانوں کے نزدیک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی اور قادیانیوں کے نزدیک ’’ختم نبوت‘‘ کا معنی یہ ہے کہ مرزا غلام قادیانی ’’آخری نبی‘‘ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف اسی کو ’’نبی‘‘ بنایا گیا۔ اب اس ملعون کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ شاعر اسلام علامہ اقبالؒ نے ایک جگہ اپنے فارسی اشعار میں قادیانیوں کے گمراہ نظریہ ’’اجرائے نبوت‘‘ کی یوں تردید فرمائی ہے ۔

پس خدا برما شریعت ختم کرد — بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را — او رسل را ختم وما اقوام را
خدمت ساقی گری باما گزاشت — داد مارا آخریں جامے کہ داشت
لانبی بعدی زا احسان خدا است — پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است
قوم را سرمایہ قوت ازو — حفظ سروحدت ملت ازو
حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ شکست — تاابد اسلام را شیرازہ بست
دل زغیر اللہ مسلمان برکند — نعرہ لاقوم بعدی می زند

ترجمہ:...... خدا تعالیٰ نے ہم پر شریعت اور ہمارے رسول اللہ ﷺ پر رسالت ختم کردی۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ پر سلسلۂ انبیاء اور ہم پر سلسلہ اقوام تمام ہوچکا۔ اب بزم جہاں کی رونق ہم سے ہے۔ میخانہ شرائع کا جام ہمیں عطا فرمایا گیا۔ قیامت تک ساقی گری کی خدمت اب ہم ہی انجام دیں گے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ کا یہ فرمان کہ: ’’میرے بعد کوئی نبی نہیں‘‘ احسانات خداوندی میں ایک بڑا احسان ہے۔ دین مصطفیٰ ﷺ کی عزت وناموس کا محافظ بھی یہی ہے۔ مسلمانوں کا سرمایۂ ایمان اور قوت یہی عقیدہ ختم نبوت ہے اور اسی میں وحدت ملت کے تحفظ کا راز پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (حضور ﷺ کے بعد) ہر دعوئ نبوت کو باطل ٹھہرا کر اسلام کا شیرازہ ہمیشہ کے لئے قائم کردیا۔ اسی عقیدہ کے باعث مسلمان ایک اللہ کے سوا سب سے تعلق توڑ لیتا ہے اور ’’امت مسلمہ کے بعد کوئی امت نہیں‘‘ کا نعرہ بلند کرتا ہے۔‘‘ (حوالہ: رموز بے خودی بحوالہ: قادیانیت ہماری نظر میں ص:۲۱۲، ۲۱۳ مصنف متین خالد)

۷...... مرزا غلام قادیانی کے مختلف جھوٹے دعوؤں میں ایک دعویٰ ’’امام مہدی‘‘ ہونے کا بھی ہے۔ اسلام میں ’’امام مہدی‘‘ ایک ایسی ذات وشخصیت کا تصور ہے جن کا ظہور قیامت کے قریب زمانہ میں ہوگا اور وہ اپنے زمانہ میں دشمنان اسلام سے برسرپیکار ہوں گے۔ دجال اور اس کی فوجوں سے مقابلہ کریں گے۔ گویا امام مہدی کے ظہور سے دنیا کے حالات میں زلزلہ پیدا ہوجائے گا۔ اس کے برخلاف قادیانی فرقہ کے یہاں ’’امام مہدی‘‘ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی خون خرابہ نہ ہو۔ جنگ اور جہاد کے حالات نہ رہیں۔ وقت کے ظالم وجابر حکومتوں کی غلامی اور چاپلوسی قادیانی فرقہ کے خودساختہ ’’امام مہدی‘‘ کی خوبی وخصوصیت رہی۔ علامہ ایسے ’’مہدی کذاب‘‘ کے مقابلہ میں ’’مہدی برحق‘‘ کی ضرورت یوں بیان کرتے ہیں:

دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار

۸...... قادیانی فرقہ چوں کہ انگریزوں کا ’’خودکاشتہ پودا‘‘ تھا۔ اس لئے غدار وطن کا یہ ٹولہ شروع ہی سے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کا مخالف تھا۔ مرزا غلام قادیانی کی تحریروں کا لب لباب برطانوی سامراج کی اطاعت اور جہاد کی ممانعت ہوا کرتا تھا۔ احادیث میں وطن کی حفاظت میں انتقال کر جانے کو شہید فرمایا گیا۔ اس لئے مسلمان جنگ آزادی کو جذبۂ جہاد سے لڑ رہے تھے۔ یوں تو بعض دوسرے لوگ بھی جنگ آزادی کے مخالف تھے۔ لیکن اس مخالفت کے پس پردہ ان کے ذاتی اور سیاسی مفادات تھے۔ جنگ آزادی کے ان دوسرے مخالفین میں اتنی تو مذہبی غیرت وحمیت تھی انہوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لئے مذہب کو آڑ نہیں بنایا۔ اس کو اپنی علاقائی وملکی سیاست تک محدود رکھا۔ لیکن مرزا غلام قادیانی وہ ننگ دین اور ننگِ وطن انسان ہے جس نے اپنے مفادات کی تکمیل کے لئے مذہب کا استعمال کیا اور مذہبی زبان واسلوب میں جہاد کے عنوان سے لڑی جانے والی جنگ آزادی کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ ایک جگہ وہ اپنے اشعار میں کہتا ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال　　دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے　　دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے　　اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد　　منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(حوالہ: ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۶، ۲۷، خزائن ۱۷/ ۷۷، ۷۸)

غرض یہ کہ اس طرح کی تحریروں سے مسلمانوں میں ’’عقابی روح پیدا کرنے‘‘ کی بجائے ان میں ’’خوئے غلامی‘‘ پختہ تر اور شیوۂ بزدلی کو تیز تر کیا جانے لگا۔ مرزا غلام قادیانی کی طرف سے جہاد کو حرام قرار دینے کے فتویٰ پر علامہ اقبالؒ نے یوں طنز فرمایا:

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے　　دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
تعلیم اس کو چاہئے ترک جہاد کی　　دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر

حرمت جہاد سے مرزا غلام قادیانی کا مقصد مسلمانوں کو نصیحت کرنا تھا۔ وہ جنگ وجدال اور قتل وقتال سے دور رہیں۔ اس لئے کہ یہ برائی ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ برائی ہے تو انگریزوں کو بھی اس برائی سے روکا جائے۔ وہ کیوں اپنے غاصبانہ اقتدار کی بقاء کے لئے جنگ کرتے ہیں اور مسلمانوں کا قتل وخون کرتے ہیں برائی کا پیمانہ ایک ہونا چاہئے۔ علامہ اقبالؒ مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں:

ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے، زیبا ہے کیا یہ بات؟
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگذر

۹...... عقیدۂ ختم نبوت، وحدت امت کی بنیاد ہے۔ قادیانی فرقہ نے اس عقیدہ کا انکار کر کے اتحاد امت کی بنیاد کو متزلزل اور کھوکھلا کرنے کی پوری کوشش کی۔ ''ملی اتحاد'' علامہ اقبال کے اشعار کا جلی عنوان ہے۔ آپ قادیانی فتنہ کو مسلمانوں کے اتحاد ویکجہتی کے لئے خطرہ سمجھتے تھے۔ مرزا غلام قادیانی کے بعض مرید علامہ اقبالؒ کے دوست اور ان کے ہم محلّہ تھے۔ علامہ کی خوش اخلاقی اور رکھ رکھاؤ سے انہیں دھوکہ ہوگیا اور وہ علامہ اقبالؒ پر قادیانیت قبول کرنے کے لئے ڈورے ڈالنے لگے۔ ایک دوست نے تو باضابطہ علامہ کو مرزا قادیانی سے بیعت ہونے کے لئے خط لکھ ڈالا۔ علامہ نے اس کے جواب میں ایک نظم لکھی۔ یہ نظم ''خط منظوم پیغام بیعت کے جواب میں'' کے عنوان سے ماہنامہ مخزن بابت مئی ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس نظم میں مسلمانوں کے ملی اتحاد ویکجہتی کو ختم کرنے اور مسلم گھرانوں وخاندانوں میں اختلاف وانتشار کو فروغ دینے کے سلسلہ میں علامہ اقبالؒ قادیانیت کے کردار کو یوں واضح کرتے ہیں:

پردۂ میم میں رہے کوئی
اس چھلاوے کو جانتا ہوں میں
تنکے چن چن کے باغ الفت کے
آشیانہ بنا رہا ہوں میں
ایک ایک دانہ پہ ہے تیری نظر
اور خرمن کو دیکھتا ہوں میں
تو جدائی پہ جان دیتا ہے
وصل کی راہ سوچتا ہوں میں
بھائیوں میں بگاڑ ہو جس سے
ایسی عبادت کو کیا سراہوں میں
میرے رونے پہ ہنس رہا ہے تو
تیرے ہنسنے کو رو رہا ہوں میں

(حوالہ: قادیانیت ہماری نظر میں ص:۳۱)

علامہ اقبالؒ کے ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ فتنہ قادیانیت کی تردید میں بہت حساس اور بیدار مغز تھے۔ قادیانیت کی فتنہ سامانی کو نظر انداز کرنے کے لئے وہ ذرہ برابر روادار اور ایک لمحہ کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔ مگر افسوس آج جو ''شیدائیان اقبال'' کہلائے جاتے ہیں اور ''ماہرین اقبالیات'' میں جن کا شمار ہوتا ہے۔ انہوں نے ختم نبوت اور قادیانیت کو موضوع سخن نہیں بنایا۔ شاید یہ موضوع ان کی نظر میں ''مذہبی جھگڑوں'' اور ''مولویانہ بحثوں'' کی طرح ہے۔ لیکن آج جبکہ قادیانی فرقہ کی سازشیں اور اس کی ریشہ دوانیاں پہلے سے زیادہ بڑھ چکی ہیں تو ان حالات میں فتنہ قادیانیت کے حوالہ سے ''فکر اقبال'' اور ''پیام اقبال'' کو سمجھنے اور عام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہے کوئی جو اقبال'' بانگ درا'' پر گوش برآواز ہو؟۔

ایک تحریری علمی مناظرہ

قسط نمبر:5   حضرت مولانا بلال احمد دہلویؒ

عذاب کے دائمی ہونے پر سید سلیمان ندویؒ کا مؤقف

’’یہ جو کچھ لکھا گیا ہے۔اس جماعت کا خیال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عمومی کی معتقد ہے۔جمہور کا مسلک اس سے کچھ مختلف ہے۔اس کے نزدیک بہشت کی طرح دوزخ بھی ہمیشہ باقی رہے گی اوران لوگوں کو جو شرک وکفر کے مرتکب ہوں گے کبھی دوزخ سے نجات نہیں ملے گی۔‘‘ لیکن ابتداء میں خود سید سلیمان ندویؒ صاحب نے سیرت النبی میں جمہور کے مسلک کو اختیار نہیں کیا تھا۔سیرت النبی میں اس مسئلہ پر پوری بحث پڑھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ندوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض ایک اظہار خیال کے درجہ میں لکھا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس بحث کا آغاز کیا تو ڈرتے ہوئے اس دعا کے ساتھ قلم اٹھایا ہم اس دعا کو یہاں سیرت النبی مطبوعہ اعظم گڑھ کے حاشیہ ص۸۰ے سے نقل کررہے ہیں۔جو خود ندوی صاحب کے اپنے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ندوی صاحب نے حاشیہ کے ابتداء میں اپنے مؤقف کی حمایت میں سلف میں سے اہل سنت کے ایک مختصر گروہ کو پیش کیا ہے اور متاخرین میں حافظ ابن قیم کو سب سے بڑا مؤید قرار دیا ہے۔آخر میں اپنے حاشیہ کو سمیٹتے ہوئے یہ دعا کی ہے:’’میں نے اس باب کو بہت ڈرتے ڈرتے لکھا ہے کہ اس میں اجمال الٰہی کی تصریح کا جرم عائد ہوتا ہے۔اگر یہ اختیار کردہ پہلو حق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور توبہ کی توفیق بخشے اوراپنی مراد کا دروازہ مجھ پر کھولے۔‘‘

ندوی صاحب کی اس دعا کے بعد یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا وہ اپنی ایک رائے کی حیثیت سے لکھا۔جس میں خود ان کو یقین واذعان حاصل نہ تھا۔یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور جب سید صاحب کا تعلق حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب نوراللہ مرقدہ کے ساتھ ہوا اور حضرت کی خدمت میں بغرض تزکیہ نفس حاضر ہوئے اور حقائق منکشف ہوئے تو حضرت کی خدمت میں جہنم کے دائمی ہونے پر استفسار کیا اور کئی بار سوال وجواب کا تبادلہ ہوا اور جب اطمینان ہوگیا کہ جمہور کا مسلک زیادہ واضح ہے تو فوراً رجوع کرلیا۔ہم یہاں طوالت کے خوف سے پورے سوال وجواب نقل نہیں کرسکتے ہیں۔صرف حوالہ اور کچھ اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں۔بقیہ تفصیل آپ خود اصل کی مراجعت سے معلوم کرسکتے ہیں۔

(بوادر النوادر ج ص ۱۲۱) پر ندوی صاحب نے حکیم الامت ان الفاظ میں سوال لکھ کر بھیجا۔

’’مجھے چند روز سے ایک خلجان سا رہتا ہے اور باوجود غور وفکر کے اطمینان نہیں ہوتا۔وہ یہ ہے......’’کل شیٔ ھالك الا وجه‘‘ بھی نص صریح ہے۔جس میں احتمال تاویل نہیں معلوم ہوتا اور مؤمنین کے لئے خلود فی الجنۃ اور کفار کے لئے خلود فی النار بھی منصوص ہے۔‘‘آخر میں سوال کو ختم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:’’اس لئے متحیر ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔جناب والا اس کی طرف توجہ سے سرفراز فرمائیں اور عاجز کی خلجان سے نجات بخشیں۔‘‘

سید سلیمان صاحب ندویؒ کے سوال میں اس حقیقت کا اعتراف صاف نظر آرہا ہے کہ جس طرح خلود فی الجنۃ نص صریح ہے۔ اسی طرح خلود فی النار بھی نص صریح ہے۔ لیکن ایک خارجی عارض نے خلجان میں ڈال دیا۔ جس کے حل کرانے کے لئے اپنے مرشد حکیم الامت سے رہنمائی حاصل کی اور جب اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تو تسلی ہوگئی اور فنائے جہنم کے مسئلہ سے رجوع کیا اور سیرت النبی کے طبع ثانی کے لئے دیباچہ لکھا تو اس کا اعتراف کیا سیرت النبی کی جلد چہارم کا دیباچہ لکھتے ہوئے اس کا اعتراف ان الفاظ میں کیا کہ:

جہنم کے دائمی ہونے پر سید سلیمان ندویؒ کا اقرار

''میرا دل اضطراب کے عالم میں تھا کہ ایسے مشکل و پیچیدہ راستہ میں معلوم نہیں۔ میرا قلم کہاں کہاں بہکا اور قدم نے کہاں کہاں ٹھوکر کھائی ہے۔ لیکن الحمد للہ والمنۃ کہ سوائے دوزخ کی ابدیت وغیر ابدیت کے ایک مسئلہ کے جس میں جمہور کی رائے ہمارے ساتھ نہ تھی۔''

غرض کہ ہم نے یہاں ندوی صاحب کی یہ عبارت اس لئے نقل کی ہے کہ آپ نے ''عذاب جہنم دائمی نہیں ہے'' کو جمہور کا مسلک بتایا ہے اور ندوی صاحب جن کو آپ نے اپنے ساتھ شامل کیا ہے۔ وہ اس کو ایک مختصر گروہ کا مسلک بتا رہے ہیں جو کہ جمہور کے خلاف ہے۔ ہمیں حیرت ہے۔ آپ کے ہاتھ کی صفائی پر کہ سیرت النبیؐ سے اپنے مطلب کی بات تو اخذ کر لی اور مقصد کی بات سے چشم پوشی کر لی۔ فیا اسفیٰ علی ضیاع الحق!

ہم نے سید سلیمان صاحب ندویؒ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اور ان کی تصنیف سیرت النبی سے جو اقتباس نقل کیا ہے۔ وہ صرف اس مقصد کے پیش نظر کیا ہے کہ آپ نے جن کو اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کیا ہے وہ خود آپ کے مؤقف کے خلاف ہیں اور ان کا مسلک جہنم اور عذاب کے دائمی ہونے میں جمہور کے مسلک کے مطابق ہے۔ جیسا کہ صاحب معالم التنزیل وروح المعانی اور دیگر مشاہیر امت نے اجماع نقل کیا ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ نے مسلم کی شرح ص۱۰۴ پر لکھا ہے۔

جہنم کے دائمی ہونے پر امت کا اجماع

''هذا مختصر جامع لمذهب اهل الحق فی هذه المسئلة وقد تظاهرت ادلة الكتاب والسنة واجماع من يعتقد به على هذه القاعدة وتواترت بذلك نصوص بتحصل العلم القطعی فاذا تقررت هذه القاعدة حمل عليها جميع ماورد من احاديث الباب وغيرها فاذ ورد حديث فی ظاهره مخالفة لها وجب تاويله عليها ليجمع بين نصوص الشرع ''اہل حق کے مذہب کا اس مسئلہ میں یعنی (جہنم اور عذاب کے دائمی ہونے میں) اور اس میں کتاب وسنت اور اجماع کے دلائل ظاہر ہوچکے ہیں۔ اس شخص کے لئے جو اس اصول پر اعتقاد رکھے جو اور پر امام نووی نے عذاب جہنم کے کفار کے لئے دائمی ہوتے ہیں۔ بیان کیا ہے اور اس اعتقاد پر نص قطعی تواتر کے درجہ میں موجود ہیں۔ جب یہ بات واضح ہوگئی تو اب اس قاعدہ پر تمام احادیث باب کو اور دیگر احادیث کو اسی پر محمول کیا جائے گا اور جب کوئی حدیث اس مسئلہ کے بظاہر مخالف پیش آئے تو اس میں تاویل کرنا واجب ہوجاتی ہے۔ تاکہ تمام نصوص شرعیہ کے درمیان تطبیق ہوجائے۔

امام نووی، مسلم کے شارح اور فن حدیث میں اپنے دور کے امام وقت تھے۔ ان کا قول امور شرعیہ میں حجت مانا جاتا ہے۔ اس لئے ان کے اس فیصلہ کے بعد یہ کہنا کہ چند علماء کا مسئلہ ہے۔ حقائق سے انحراف ہے جو کسی بھی سلیم الطبع انسان کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس کے بعد صاحب مراسلہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ: ''یہ خالص علمی مسئلہ ہے اور علمی مسائل میں اجتہاد کا راستہ بند نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ کئی مسائل میں علماء امت کا اختلاف رہا ہے اور اب بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے نفس مسئلہ کے متعلق عقلی ونقلی دلائل کو پیش کرنا چاہئے تاکہ اصل حقیقت واضح ہوسکے۔''

اس سلسلہ میں یہ بات کہنا کہ یہ خالص علمی مسئلہ ہے۔ اس سے کس ذی علم کو انکار ہوگا۔ اصل بات قابل غور یہ ہے کہ جب علمی مسائل میں علماء کے درمیان نزاع پیدا ہو تو کس فریق کی بات تسلیم کی جائے۔ اس کا فیصلہ خود آپ نے کیا ہے کہ نفس مسئلہ کے متعلق نقلی وعقلی دلائل پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے کہ مسئلہ کی جو شق نقلی وعقلی دلائل کی روشنی میں راجح ہو اسی کو اختیار کر کے اسی پر اعتقاد قائم کیا جائے اور اسی کو معمول بہ بنایا جائے۔ چنانچہ اس اصول کی بنیاد پر ہم نے اس مسئلہ کی ترجیح اور تاکید کے لئے قرآن وحدیث سے نقلی دلائل پیش کئے ہیں اور ان دلائل کے پیش کرنے میں ہم نے اس کا اہتمام کیا ہے کہ وہ دلائل پیش کئے ہیں۔ جو خود آپ کے نزدیک بھی مسلم ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمیں خدشہ ہے کہ آپ جس مذہب کے اسٹیج سے لکھ رہے ہیں اس دین مرزائیت کی بنیاد ہی تاویلات فاسدہ پر قائم ہے۔ اس لئے ممکن ہے یہ دلائل بھی آپ کے لئے قابل قبول نہ ہوں۔

عقلی دلائل کے لئے معیار کیا ہونا چاہئے

آپ نے لکھا ہے کہ علمی مسائل میں عقلی دلائل بھی ہونا چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ لیکن عقلی دلائل کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان کی حیثیت کو سمجھا جائے۔ اس لئے کہ اسلام میں فتنہ کا دروازہ اس وقت سے کھلا جب سے لوگوں نے اسلامی احکام اور اعتقاد کو خالص عقلی انداز میں سمجھنا شروع کیا اور یہ غلو یہاں تک بڑھتا گیا کہ یہ لوگ عقل کے پرستار بن گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ انہوں نے عقل کو معیار کل اور احکام کے لئے اثبات کا ذریعہ بنایا۔ اگر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے عقل انسانی ہی کافی ہوتی تو پھر انبیاء اور رسولوں اور وحی الٰہی کی ضرورت باقی نہ رہتی۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ عقل جہاں اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ ناکام ہوتی ہے وہاں سے وحی الٰہی بنی نوع انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ جاری ہے!

میاں چنوں میں ختم نبوت کانفرنس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام جامع مسجد ابوعبیدہ بن جراحؓ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مولانا محمد فیصل عمران اشرفی نے کی۔ جبکہ مہمانان خصوصی مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی، مولانا عطاء المنعم خانیوال، مولانا شوکت علی، مولانا صفدر جاوید تھے۔ کانفرنس سے پیر طریقت مولانا سید جاوید حسین شاہ فیصل آباد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عبدالستار گورمانی، مولانا محمود الحسن، مفتی عبدالغفور نے خطاب کیا۔ کانفرنس، ضلعی امیر مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی کی پرسوز دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے ...... ادارہ

یادگار اکابر

کراچی میں ہمارے مخدوم قاری محمد شریف صاحب مرحوم ہوتے تھے۔ ان کے صاحبزادہ قاری محمد تنویر شریفی نے والد مرحوم کے قائم کردہ مکتبہ رشیدیہ بالمقابل مقدس مسجد اردو بازار کراچی کو اکابر دیوبند کی تاریخ اور سوانح شائع کرنے کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ بہت سارے اکابر کی نایاب کتب کو شائع کیا۔ اتنا کام کیا ہے جو ایک انجمن یا سوسائٹی کے کرنے کا ہے۔ اس پر وہ ڈھیروں دعاؤں کے مستحق ہیں۔ ان حضرات نے پچھلے سال سے ایک خوبصورت کام کا اضافہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ اکابر علماء دیوبند کے نایاب مقالات کے لئے مخصوص سالانہ مجلّہ ''یادگار اکابر'' شائع کرنا شروع کیا ہے۔ اس کا ایک نمبر گزشتہ سال شائع کیا۔ اب جون ۲۰۱۵ء میں ''یادگار اکابر'' کی دوسری اشاعت سامنے آئی ہے۔ اسے ''حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نمبر'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ کتابی سائز کے ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ایک یادگار اور تاریخی دستاویز ہے۔ آج سے ڈیڑھ صدی قبل حضرت نانوتویؒ کی وفات پر جن اکابر نے جو تحریر فرمایا حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے قاری محمد طیبؒ تک۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ تک۔ حضرت حاجی امداد اللہؒ و حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ سے لے کر صوفی عبدالحمید سواتیؒ تک۔ سائیں توکل شاہؒ اور حضرت مدنیؒ سے لے کر ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی تک۔ قریباً ۴۶ مضامین کا مجموعہ۔ در نایاب جمع کیا۔ زمین نے گویا اپنے چھپے خزانے اگل دیئے اور یہ سب کچھ اس نمبر میں اسے محفوظ کر دیا۔ خانوادہ دارالعلوم دیوبند کے جد اعلیٰ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر یہ ذخیرہ کیا جمع ہوا ہے۔ کہ پوری دیوبندیت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ عشاق اسے محبتوں کا محور گردانتے ہوئے اس نمبر کی پذیرائی کا اہتمام کریں گے۔ اہل ذوق کے لئے یہ گرانقدر سرمایہ ہے۔

سرزمین جہلم کے حضرات اولیائے کاملین کا اجمالی تعارف: مؤلف: مولانا محمد اسحٰق فاروقی: صفحات: ۱۹۲: قیمت درج نہیں: ملنے کا پتہ: جامعہ صدیقیہ قادریہ محلہ شالی ڈومیلی ضلع جہلم۔

جامعہ صدیقیہ ڈومیلی کے مہتمم مولانا محمد اسحٰق صاحب فاروقی نے ڈومیلی، جہلم اور چکوال کے گیارہ اکابر علماء کرام کا انتہائی جامع اور خوبصورت اجمالی تعارف اس کتاب میں پیش کیا ہے جو لائق تحسین ہے۔ امید ہے کہ اہل علم توجہ فرمائیں گے۔ مولانا امت رسول، مولانا سید علی شاہ، مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا عبداللطیف جہلمی ایسے گیارہ حضرات کے اجمالی تعارف پر یہ کتاب وقت کی ضرورت ہے۔ طباعت میں اعلیٰ ذوق کا نمونہ پیش کیا گیا۔ امید ہے کہ اگلے ایڈیشن میں اغلاط کو درست کر دیا جائے گا۔

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی کا دورہ بنوں

مورخہ ۲۹ دسمبر ۲۰۱۵ کو صوبائی امیر خیبر پختونخواہ بنوں تشریف لائے۔ ضلعی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامعہ عظمۃ المدارس العربیہ میں جے یو آئی کے امیر مولانا قاری محمد عبداللہ اور دیگر ممتاز علماء کرام سے ملاقات کی۔ یہاں ضلعی دفتر سے ملحقہ مدرسۃ البنات جامعہ عظمۃ المدارس العربیہ متصل نزد ترنگ قبرستان میں خواتین کے لئے ایک پروگرام منعقد کیا گیا تھا۔ تقریباً دو ہزار کی تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔ حضرت مفتی صاحب کا بیان ہوا جس میں خواتین کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت و تحفظ کے سلسلہ میں خواتین اسلام کے کردار پر ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ اس کے بعد جامعہ دارالہدیٰ میں ختم نبوت لائبریری کا افتتاح اور ۴۹ یونین کونسلوں کے کارکنان ختم نبوت کے تربیتی کنونشن سے خطاب کیا۔ اس پروگرام میں بنوں کے مشائخ عظام و مہتممین حضرات نے بھی شرکت کی جس میں جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ، مفتی عبدالغنی اشرفی، مولانا حاجی حمید اللہ، ناظم دفتر ختم نبوت مولانا عبدالحسیب، قاری ظاہر اللہ، حاجی محمد آیاز، مفتی شہید نواز، مولانا شمس الحق، مولانا محمد یونس، مولانا محمد سعید، مولانا عتیق اللہ قریشی، محمد سلمان فارسی، پریس کلب کے صدر جناب محمد عالم خان اور بیورو چیف جناب عمران علی نشاد، مولانا محمد اکبر اکبری، مولانا فتح القدیر، بنوں کے تبلیغی جماعت کے سرپرست مولانا حافظ عبدالغفار، مفتی عصمت اللہ نعمانی اور مجلس کے مجلس عاملہ و شوریٰ کے اراکین نے شرکت کی۔ یہاں جامعہ دارالہدیٰ کے مہتمم اور مجلس کے ناظم مالیات مولانا قاری زبیداللہ نے حضرت مفتی صاحب کے دست مبارک سے طلباء کرام میں تقسیم انعامات اور توصیفی اسناد بھی تقسیم کرائیں۔ پروگرام میں بنوں صحافی برادران کے پریس کلب کے صدر جناب محمد عالم خان کو مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی و مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی نے حسن کارکردگی کی شیلڈ پیش کی۔ اس کے بعد سرائے نورنگ میں ختم نبوت چوک کا افتتاح ہوا جس میں حضرت مفتی صاحب نے بیان بھی کیا۔ یہ تمام پروگرامات مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی کے زیر صدارت وزیر انتظام منعقد کئے گئے۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا دورہ ساہیوال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ ۱۶ ر نومبر سے تین روزہ تبلیغی و جماعتی دورہ پر ساہیوال تشریف لائے۔ مقامی عہدیداران مولانا کلیم اللہ رشیدی، قاری عبدالجبار اور محمد اسلم بھٹی نے احباب سمیت آپ کا استقبال کیا۔ مغرب تا عشاء جامعہ رشیدیہ میں مسلسل تین دن تک ''ختم نبوت کورس'' میں حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام، کذبات مرزا قادیانی اور عقیدہ ختم نبوت پر ایمانی و عرفانی بیانات ہوئے۔ علاوہ ازیں ان دنوں میں آپ جامعہ علوم شرعیہ، جامع مسجد محمدیہ کوٹ R-6-85، جامع مسجد مدینہ فرید ٹاؤن اور جامعہ نفیس العلوم جہاز گراؤنڈ میں دروس ختم نبوت اور عوامی اجتماعات سے بھی خطاب کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی بھی ان کے ساتھ رہے۔

سب سے پہلا اجماع حضرات صحابہ کرامؓ نے عقیدہ ختم نبوت پر کیا

عقیدہ ختم نبوت اسلام کا مرکزی عقیدہ ہے، عقیدہ ختم نبوت قرآن مقدس کی 100 آیات اور 210 احادیث سے ثابت ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں کا لاہور میں مختلف جگہوں پر کورسز سے خطاب

عقیدہ ختم نبوت قرآن کی ایک سو آیات اور دوسو دس احادیث سے ثابت ہے، عقیدہ ختم نبوت اسلام کا مرکزی عقیدہ ہے سب سے پہلا اجماع صحابہ کرام نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر کیا۔ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کا کام آئینی اور قانونی حق ہے۔ تحفظ ختم نبوت کا کام آخرت میں جنت کے حصول کا آسان ذریعہ ہے پہلی امتوں کو اجماع امت عطا نہیں کیا گیا، امت محمدیہ کو اجماع امت کی دولت سے نوازا گیا اور امت نے بھی کمال کیا کہ سب سے پہلا اجماع عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر کیا ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا قاری عبدالعزیز، قاری علیم الدین شاکر، مولانا عبدالنعیم،، مولانا خالد محمود، قاری ظہور الحق، مولانا سعید وقار مولانا عبدالوحید، مولانا خالد عابد، مولانا اخلاق احمد، قاری محمد مدثر، محمد خالد بٹ نے جامع مسجد قاسمیہ نیو شاد باغ لاہور میں تین روزہ ختم نبوت کورس میں شرکاء کو لیکچر دیتے ہوئے کیا۔ علماء کرام نے کہا کہ قادیانیت کسی مذہب وعقیدے کا نام نہیں بلکہ حضور اقدس ﷺ سے بغض وعناد کا نام ہے۔ زندگی کے آخری سانس تک منکرین ختم نبوت تعاقب جاری رکھیں گے۔ قادیانیوں کو آئین و قانون کا پابند بنائے۔ انہوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور قیامت والے دن حضور اقدس ﷺ کی شفاعت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ قادیانی آئین پاکستان کے غدار ہیں۔ قادیانی عام طور پر سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے علماء سے بدظن کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کو ان سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ دریں اثنا تین روزہ ختم نبوت کورس جامع مسجد بیگماں خان صدیق اکبر کالونی شیرا کوٹ بند روڈ لاہور میں منعقد ہوا، جسمیں پہلے دن مناظر ختم نبوت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محبوب الحسن طاہر، مولانا عبدالنعیم، اور دوسرے دن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا قاری عبدالعزیز، اور تیسرے دن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم نشرواشاعت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کا لیکچر ہوا کورس کا اہتمام مولانا مسعود احمد نے کیا۔ تین روزہ ختم نبوت کورس جامع مسجد حنفیہ نجف کالونی علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا پہلے دن مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، دوسرے دن مولانا قاری عبدالعزیز اور تیسرے دن مولانا محبوب الحسن طاہر، مولانا عبدالنعیم کے بیانات ہوئے کورس کا اہتمام مولانا محمد غازی نے کیا تھا۔ ان تمام کورسز میں اختتامی تقریب منعقد ہوئی شرکاء کورس کو ختم نبوت کے متعلق معلوماتی لٹریچر، کتب اور تعریفی اسناد بھی دی گئیں۔

انجمنِ تاجرانِ حفیظ سنٹر کا عظیم کارنامہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یونٹ حفیظ سنٹر کی جدوجہد اور پیر طریقت حضرت مولانا محب اللہ صاحب کی دعاؤں سے حفیظ سنٹر گلبرگ لاہور میں تحفظ ختم نبوت کے عظیم الشان کام کا آغاز کیا گیا اور الحمدللہ وہاں ہفتہ وار درس ختم نبوت کی ترتیب سے کام جاری ہے۔ حفیظ سنٹر کے تاجروں نے حضور ﷺ کی محبت سے وہاں قادیانیت کے بائیکاٹ کی مہم شروع کی دیکھتے ہی دیکھتے حفیظ سنٹر اور گردونواح کے پلازوں میں قادیانیت کے بائیکاٹ کے اسٹیکرز لگ گئے۔ عابد ہاشمی اور نعمان جن کی وہاں، حفیظ سنٹر کے قریب حسن ٹاور میں موبائلز کی دوکانیں ہیں انہوں نے بھی اپنی اپنی دوکان پر اسٹیکر لگا دیا۔ پولیس نے عابد ہاشمی کی دوکان پر بلا جواز چھاپا مارا اور اس نوجوان کو گرفتار کر لیا۔ مجلس حفیظ سنٹر کے ذمہ داران نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم نشر واشاعت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کو فون پر اطلاع دی اور یہ موقع پر پہنچ گئے اور معاملے کو خود ڈیل کیا۔ پولیس نے عابد ہاشمی اور نعمان رفیق کو اسٹیکرز لگانے پر حراست میں لے لیا۔ انجمن تاجران حفیظ سنٹر نے اس سارے معاملے پر نظر رکھی اور بھرپور انداز میں احتجاج کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے رہنما مولانا قاری عبدالعزیز، مولانا خالد عابد، شہریار، خالد، متین خالد نے اس پورے کیس پر تاجر رہنماؤں کی رہنمائی کرتے رہے اور خود بھی اس میں شریک رہے۔ مقدمہ کی پیروی وکیل رہنما مجاہد ختم نبوت نوید شاہین نے بلا معاوضہ کیس لڑا اور ضمانت پر رہائی ہوئی، رہائی کے بعد تاجروں نے عابد ہاشمی کا ایک ہیرو کے طور پر والہانہ استقبال کر کے اس سے اظہار یکجہتی کیا پھولوں کے ہار پہنائے اور کندھوں پر بٹھالیا۔ عابد ہاشمی نے کہا کہ حضور ﷺ کی محبت وعقیدت کو ایمان کا حصہ سمجھتا ہوں اس لیے نبی آخر الزمان ﷺ کے باغی قادیانیوں کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دیتا ہوں نہ دوکان پر اور نہ ہی انکے ساتھ کوئی سماجی یا تجارتی لین دین کرنے کو درست سمجھتا ہوں اس نے کہا کہ سترہ، اٹھارہ سال سے کاروبار کر رہا ہوں میں تجارت کو سمجھتا ہوں لیکن اپنے ایمان کو نہیں بیچ سکتا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں نے انجمن تاجران حفیظ سنٹر کے صدر فیاض بٹ اور تمام تاجران کو اس جرأت پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی مخالف تاجر کو غیر انسانی سلوک کا نشانہ بنانا آئین کی خلاف ورزی ہے تاجران نے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کر کے امت مسلمہ کی ترجمانی کا حق ادا کیا ہے اللہ انکو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

ہر شہر میں "ختم نبوت چوک"

کے نام پر ایک چوک ہونا چاہئے

ماہنامہ لولاک کے پچھلے شمارہ میں اپیل کی تھی کہ رفقاء حضرات و بہی خواہان ختم نبوت اور دینی جماعتوں کے نمائندگان، خطباء، علماء اور مدارس عربیہ کے سربراہان کوشش فرمائیں کہ ہر شہر کے کسی اہم چوک کا نام ''ختم نبوت چوک'' ہونا چاہئے۔

اب اطلاع یہ ہے کہ: ۱...... لاہور۔ ۲...... چنیوٹ۔ ۳...... قلندر آباد ضلع مانسہرہ کے بعد ۴...... ریلوے روڈ بنوں کے اہم چوک کا نام ختم نبوت چوک رکھ دیا گیا ہے۔ ۵...... ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ایک چوک کا نام ختم نبوت چوک ہے۔ ۶...... جنڈانوالہ ضلع میانوالی میں ایک چوک کا نام ختم نبوت چوک ہے۔ ۷...... اسی طرح مردان ۸...... چارسدہ ۹...... تنگی ۱۰...... پشاور ۱۱...... سرائے نورنگ ۱۲...... ساہیوال ۱۳...... چیچہ وطنی۔ ۱۴...... جہانیاں میں ختم نبوت کے نام پر چوک موسوم ہو چکے ہیں۔ ان میں بعض ایسے ہیں جیسے بنوں، سرائے نورنگ، تنگی وغیرہ بالکل ابھی نام رکھے گئے ہیں۔ ملک بھر میں رفقاء اور دینی قائدین حضرات اس متفقہ عقیدہ پر نام رکھوانے کے لئے معمولی کوشش فرمائیں تو کہیں سے مخالفت کی جرأت بھی نہ ہوگی اور کام بھی ہو جائے گا۔

اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ:

۱...... ختم نبوت کے عقیدہ کی تبلیغ ہوگی۔

۲...... ملک بھر میں یہ کام دینی ماحول بھی پیدا کرنے میں معاون و مددگار ہوگا۔

اب جبکہ نئے بلدیاتی انتخابات کا مرحلہ طے ہوگیا ہے۔ کوئی ایسا مسلمان ممبر نہیں جس کا کسی نہ کسی مسجد یا عالم دین سے تعلق نہ ہو۔ اگر ہم سب مل کر اس کے لئے کوشش کریں تو دنیا والے دیکھیں گے کہ ختم نبوت کے نام پر چوکوں کی بہار آجائے گی۔

تمام دینی قیادت، مساجد، مدارس، جماعتیں، تمام مسالک مل کر کوشش کریں تو یہ جہاں ایمان کے ایک مدار عقیدہ کی تبلیغ ہوگی وہاں ملک کی دینی فضاء بنانے میں بھی یہ جدوجہد مثالی کردار کی حامل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق رفیق فرمائیں۔

آمین بحرمة النبی الکریم ﷺ !